

گلدستہ توحید



جس میں قرآن کریم، احادیث صحیحہ، کتب توارخ اور حضرات فقہائے
احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی عبارات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ
مصیبت کے وقت مافوق الاسباب طریق پر بغیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے
شرک کی تردید کے علاوہ معتزلیوں کے جملہ قابل ذکر استدلالات کے جوابات
بھی درج کر دیے گئے ہیں اور اصنام و اوثان کی پوری حقیقت بھی بیان کر دی گئی ہے



شائع کردہ

مکتبہ صفدریہ نمبر ۱۰۵ نصرۃ العلوم گوہر انوالہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع ۲۰..... اگست ۲۰۰۵ء

۸

نام کتاب گلدستہ توحید
تالیف شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزہد محمد سرفراز خان صفدر
مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور
تعداد ایک ہزار
قیمت ()
ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

- ☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی ☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
- ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی ☆ ادارہ النور بنوری ٹاؤن کراچی
- ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ☆ دارالکتب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور ☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ اسلامی کتب خانہ اڈا گامی ایبٹ آباد
- ☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد ☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد
- ☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیورود میٹروہ ☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
- ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- ☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ ☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ لکھنؤ
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

فہرست مضامین

- ① مقدمہ: جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
ساتھ مشرکین عرب کو کیا اختلاف تھا؟
- ② باب اول: شرک کی مذمت
- ③ باب دوم: شرک کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی۔
- ④ باب سوم: لا تشربک باللہ شیئا کے الفاظ سے شرک کی تردید
- ⑤ باب چہارم: لا تشربک ببنا احد وغیرہ سے شرک کی تردید
- ⑥ باب پنجم: پیغمبروں، مولویوں، پیروں، فرشتوں اور جنات کی پستش بھی شرک ہے
- ⑦ باب ششم: بتوں کی اصل حقیقت کیا ہے؟
- ⑧ باب ہفتم: کیا مشرکین عرب خدا کو نہ مانتے تھے؟
- ⑨ باب ہشتم: کیا مشرکین عرب نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ کے منکر تھے؟
- ⑩ باب نہم: کیا مشرکین عرب نیت، قرآن اور قیامت کے انکار کی وجہ سے مشرک قرار پائے؟
- ⑪ باب دہم: غیر اللہ کو مصیبت کے وقت پکارنا کیوں شرک ہے؟
- ⑫ باب یازدہم: کیا مشرکین غیر اللہ کو متقل اور کئی طرح پر مختار سمجھ کر پکارا کرتے تھے؟
- ⑬ باب دوازدہم: کیا دونوں کا معنی نیچے، ورے، سامنے کے بھی آتے ہیں یا نہیں؟
- ⑭ خاتمہ: دلائل سے فرق مخالفت کو غیر اللہ سے مصیبت کے وقت پکارنے اور استعانت کے جواز کا شبہ ہوا ہے، ان کے جوابات

دیباچہ طبع ہفتم

مُبَسَّمًا وَمُحَمَّدًا لَا وَمُصَلِّيًا

اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ہے کہ گلدستہ توحید کو جو سرسری طور پر لکھا گیا تھا حد سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے ہر طبقہ میں وہ یکساں ذوق و شوق کے ہاتھوں سے لیا گیا۔ اور محبت ہی نہیں بلکہ عشق کے دل و دماغ سے سوچا گیا اور عقیدت کی آنکھوں سے پڑھا گیا۔ عربی اور دینی مدرسے کے علاوہ انگریزی مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور دیگر مختلف مجلسوں میں پڑھا گیا اور اس سے فائدہ اٹھایا گیا حتیٰ کہ اکثر جدید اور محقق علماء کرام نے اسے بہت زیادہ پسند فرمایا، اور یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سابق ایڈیشنوں کی طرح چھٹا ایڈیشن بھی ختم ہو کر بالکل نایاب ہو گیا۔ اب بعض درود لکھنے والے دوستوں نے اس کی طباعت ہفتم کا انتظام کر دیا ہے، خدا تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس ایڈیشن میں بعض اکابر اور احباب کے مزید مفید مشورے اور بعض ضروری ترامیم بھی شامل ہیں اور بظاہر یہ کہنا صحیح ہے کہ گلدستہ توحید کا یہ مکمل اور آخری و صحیح ایڈیشن ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسندہ یہی طبع ہوتا ہے گا۔

ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صفدر

۸ رجب ۱۳۹۵ھ

۱۸ جولائی ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

مقدمہ

قارئین کرام :- حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں نہ کوئی سچا آدمی پیدا ہوا اور نہ پاکباز۔ ان کی صداقت، امانت، عدالت، عفت، سخاوت، صلہ رحمی، مہمان نوازی، کمزوروں سے ہمدردی اور وعدہ وفا کی وغیرہ بے شمار خوبیوں میں دنیا ان کی نظیر پیدا کرنے سے قاصر رہی ہے، اور تاقیامت قاصر رہے گی، اور ان کی ان خوبیوں کا اقرار ان کے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی صاف لفظوں میں کرنا ہی پڑا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سب سے زیادہ نکالینے کا سامنا حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو کرنا پڑا ہے اور جناب سید المرسل، فخر الانبیاء اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسانوں میں سب سے زیادہ مصائب اور امتحانات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو برداشت کرنے پڑے ہیں۔ پھر ان کو جو ان کے قریب تر ہوں۔ پھر ان کو جو ان کے قریب تر ہوں۔ (ادکما قال۔ مشکوٰۃ ص ۳۶۷ والذی

ص ۳۷۵ والترمذی ج ۲ ص ۷۷۰ وقال حسن صحیح)

اور ان سب سے بڑھ کر مصائب و آلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برداشت کئے ہیں۔ آپ کو دشمنوں نے پتھر برساکر لہو لہان کیا، شعب ابی طالب میں مجبوس کیا۔ تمام قوم نے بائیکاٹ کیا۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کی گردن مبارک پر اوچھری ڈالی گئی۔ ایک مرتبہ آپ کے

گلے مبارک میں چادر لپیٹ کر اس زور سے آپ کو کھینچا گیا کہ گردن مبارک میں
بڑھیاں پڑ گئیں۔ آپ کو گالیاں دی گئیں۔ جب آپ باہر نکلتے تو شریروں کے
آپ کے پیچھے پیچھے غول باندھ کر چلتے۔ ایک شقی اور بد بخت نے آپ کے
سر مبارک پر خاک ڈال دی اور ایک موقع پر آپ کو شہید کرنے کا پورا پورا انتظام
کر دیا گیا کہ اچانک حضرت ابو جرحہ آگئے اور پُر زور مداخلت کر کے آپ کو دشمنوں
کے زعم سے نکالا اور یہ فرمایا کہ اس شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ
میری پرورش کرنے والا صرف ایک ہی ہے۔ غرضیکہ دشمنوں نے آپ کو
تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ کہنے والوں نے کیا کچھ نہ کہا، حامدوں
نے کس بات سے دریغ کیا جو بغض اور حسد میں نہ کسی جاتی ہو۔ مفسدوں کی مفسدہ
پردازی، موزوں کی ایذا اور ظلم و جور کی دھانچہ کیا کمی تھی۔ کبھی کاہن کہا کبھی ساحر،
کبھی مجنوں بنایا تو کبھی مغتری ٹھہرایا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور آپ کے جاں نثاروں پر جو جانگداز واقعات گزرے، ان کو پڑھ کر
دل کانپ جاتا ہے اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حضرت صحابہ کرام پر ظلم و جور | حضرت سمیہؓ کو ابو جہل نے نازک مقام پر
بر چھی مار کر شہید کر دیا۔ حضرت یاسرؓ بھی کافروں
کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے ہلاک ہو گئے۔ حضرت بلالؓ کو کڑی دھڑکائی
میں ریت پر لٹایا گیا اور سینے پر وزنی لپٹان رکھی گئی۔ حضرت خبابؓ کو جلتے کوئلوں
پر لٹا کر ان کی چھاتی پر پاؤں رکھے گئے تاکہ کروٹ بدلنے نہ پائیں۔ حضرت
ابو فکیہؓ کے پاؤں میں رستی باندھ کر ان کو گھسیٹا گیا۔ حضرت لبنیہؓ کو حضرت عمرؓ
کفر کی حالت میں اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے اور کہتے تھے کہ
میں نے تجھ کو رحم کی بنا پر نہیں چھوڑا بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔
حضرت زبیرؓ کو اس قدر مارا گیا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ حضرت عثمانؓ کو چچا

نے رستی سے باندھ کر پٹیا۔ حضرت ابو ذرؓ کو کعبہ میں مارتے مارتے لٹا دیا گیا۔ حضرت
زبیر بن عوام کو چچانے چٹائی میں باندھ کر ان کی ناک میں دھواں دیا۔ حضرت سعید بن
زید کو سیول سے باندھا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کو حرم کعبہ میں اتنا مارا گیا کہ
ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ حضرت صہیبؓ کو پانی میں ڈکیاں دی گئیں۔ حضرت عاتقؓ
بن ابی ہالہ کے ناحق خون سے کعبہ کے پاس مسجد حرام کی زمین رنگین کی گئی۔ (یہ تمام
واقعات کثیب حدیث، تاریخ اور سیر میں مذکور ہیں) غرضیکہ مسلمانوں پر مصائب
الام کا ایسا طوفان برپا کیا گیا کہ بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت اختیار کر کے
دشمنوں سے جان بچائی اور جو مکہ مکرمہ میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات
میں ہے ان کو بھی تختہ مشق بنایا گیا۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایسے بزرگ بھی مجبور
ہو کر مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے پر تیار ہو گئے مگر ابن دغنے کافر کی مداخلت سے ان

کا یہ ارادہ ملتوی ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۲)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تکالیف جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور آپ کے حضرات صحابہ کرامؓ کو دی گئیں ان کا سبب، علت اور وجہ کیا تھی؟
کیا آپ مشرکین کو خدا کی ہستی اور ذات منوانا چاہتے تھے اور وہ اس کا
انکار کرتے تھے؟ قطعاً نہیں۔ تمام مشرکین عرب خدا تعالیٰ کو آسمان اور زمین کا خالق
اور رازق بلکہ مدبر امر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے جس کی پوری تفصیل انبیاء
بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیا آپ ان کے سامنے شریعت کے اوامر
(یعنی نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ) پیش کرتے تھے جن کے ماننے میں مشرکین
کو تامل تھا؟ یہ بھی نہیں کیونکہ یہ تمام عبادات کافی عرصہ کے بعد نازل ہوئی تھیں۔
ان کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ (انشاء اللہ العزیز)

تو کیا آپ ان کے سامنے نواہی (یعنی شراب، نکاح متعہ، بے پردگی،
حرام جانوروں کے کھانے سے روکنا وغیرہ) پیش کرتے تھے جس سے وہ ٹوک

سکے اور آپ کا مقابلہ کیا؟ لیکن یہ بھی نہیں۔ کیونکہ نواہی کا حکم بھی عرصہ کے بعد نازل ہوا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو کیا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جھوٹ سنا تھا (عیاذ باللہ تعالیٰ) جس کی پاداش میں مصائب کا یہ بے پناہ طوفان اُٹھایا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ بلا خوف تردد یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشرکین عرب کا جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے محاسن پر اتفاق تھا کہ آپ ہمیشہ سچ کہتے اور جھوٹ سے بچتے رہے ہیں، ذیل کے دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

① ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل قریش کو کوہ صفا پر دعوت دی اور اُن سے پوچھا، بتاؤ اگر میں تم سے یہ کیوں کہ ایک لشکر جبار اس پہاڑی کے پیچھے کھڑا حملہ کے لیے تیاری کر رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے۔

قالوا نعم ما جئت بنا عليك إلا صدقاً وفي رواية ما جئت بنا عليك كذبا۔ (بخاری ج ۲، مسلم ج ۱ ص ۱۱۱) انہوں نے کہا ضرور ہم نے آپ سے سچ ہی سنا ہے (اور ایک روایت میں ہے) حالاً تجربہ ہے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ خدائے واحد کا منادی اور توحید کا پیغامبر خدا تعالیٰ کی یکتائی کا پیغام لے کر صفا کی چوٹی پر اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ نہ کوئی یار و مددگار ہے نہ ہمدرد اور مخوار۔ نتہا خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے حکم الہی کی تعمیل کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ جب آپ نے مسئلہ توحید بیان کرنا شروع کیا تو سب بگڑ گئے اور آپ کی شان میں گستاخیاں کر کے واپس چلے گئے مگر حق کی آواز کو نہ روک سکے بقول مولانا حالیؒ

وہ بجلی کا کھڑکا تھا یا صوتِ ہادی

عرب کی زمین جس ساری ہادی

② ۱۰۰ میں ہر قل روم نے حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے چند دیگر بھائیوں کے

کو (یہ سارے اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) بلا کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق چند سوالات کئے جن میں دو سوالات یہ بھی تھے۔
۱۔ کیا اس (یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ کہا ہے؟
حضرت ابوسفیانؓ نے بھرے مجمع میں اقرار کیا "نہیں"۔

پھر سوال ہوا۔

۲۔ اس نے کبھی غدر بھی کیا ہے؟

حضرت ابوسفیانؓ نے کہا "نہیں" (بخاری ج ۱ ص ۲ ص ۹۵)

آپ حیران ہوں گے کہ پھر بات کیا تھی کہ مشرکین آپ کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ آئیے، قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں غور کریں کہ دراصل ان کا جھگڑا کیا تھا! ایک دفعہ ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ بے شک ہم جانتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی بھی کرتے ہیں۔

وتصدق الحديث ولا تكذب ولکن تكذب الذی جنت بہ۔ (ترمذی ج ۲، متذکر ج ۲ ص ۳۱۵) اور باتیں بھی سچی کرتے ہو۔ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جس کو آپ لے کر آئے ہیں۔

اس پر قرآن کریم میں ذیل کا ارشاد نازل ہوا۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْذَرُكَ الذِّمِّي
يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَوْ يَكِيدُ لَوْنُكَ وَ
لَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔
ہم کو معلوم ہے کہ تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں
ان کی باتیں سودہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن
یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

(پ، انعام، رکوع ۴)

مذکورہ حدیث اور قرآنی آیت سے یہ ثابت ہوا کہ مشرکین (خصوصاً)

ابو جہل جو اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا دشمن تھا، آپ کو سچا اور بااخلاق مانتے تھے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اس مضمون سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ ابو جہل وغیرہ مشرکوں کو توحید سے عناد تھا نہ کہ ذاتِ رسول اور ان کے مکالمِ اخلاق سے۔
اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا آیات اللہ میں سارا قرآن داخل ہے جس کا مشرکین کو انکار تھا یا اس کا کچھ حصہ تھا؟ اور وہ حصہ تھا تو کون سا تھا؟ ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَإِذَا تَنَادَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بِحَبِثٍ
قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا أُمُوتُوا
بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ
مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْكَ آيٍ
نَفْسِي جَإِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُؤْتَىٰ إِلَيَّ ط
إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ بِرَبِّي عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيمٍ هـ
(پہلا، سورہ یونس، رکوع ۲)

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے
ہماری واضح آیتیں تو کہتے ہیں وہ لوگ جن
کو اُمید نہیں ہماری ملاقات کی لے آ کوئی
قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈال، تو رے
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ مے کہ میرا کام
نہیں کہ بدل ڈالوں اس کو اپنی طرف سے،
میں تو اتباع کرتا ہوں اسی حکم کا جو آئے میری طرف
میں ڈرتا ہوں، اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی،
بڑے دن کے عذاب سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا یہ مطالبہ تھا کہ کوئی اور قرآن ان کے
سامنے پیش کیا جائے تو اس کو تسلیم کر لیں گے۔ اور اگر یہی (موجود) قرآن ان
کو منوانا ہے تو اس میں ذرا تبدیلی اور ترمیم کر دی جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوگا
کہ وہ کون سی تبدیلی اور ترمیم چاہتے تھے؟ ان کو قرآن کریم کے کس مضمون، بیان
اور حکم سے انکار تھا؟ اور کس حکم پر ان کو تعجب اور تکبر تھا؟ سو وہ بھی قرآن کریم اور
حدیث سے سُن لیجئے۔ مشرکوں نے کہا:-

أَجْعَلِ الْاِلَهَةَ الْاِلَٰهًا وَاحِدًا رَّبًّا
هَٰذَا الشَّيْءُ عَجَابٌ (پہلا، ص، رکوع ۱)

کیا اس پیغمبر نے اتنے الٰہوں کا ایک ہی الٰہ بنادیا
ہے۔ یہ تو بڑی تعجب کی بات ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کو زیادہ تر اختلاف قرآن کریم کے
اس حصے سے تھا جس میں صرف ایک ہی الٰہ کے تسلیم کرنے کا حکم ہے۔
چونکہ صرف ایک ہی الٰہ کو ماننا مشرکین عرب بلکہ تمام مشرک اقوام کے معتقدات
کے خلاف تھا اس لیے انہوں نے اس سے انکار کرنے میں سر دھڑکی باز مئی گئی۔
نیز ارشاد ہوتا ہے:-

إِنَّمَا هُمْ كَافِرٌ إِذَا قِيلَ لَهُمْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ
سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ غرور (اور انکار)
کرتے تھے۔
(پہلا، صفت، ۲)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کا تکبر اور انکار صرف اللہ کو ایک
الٰہ ماننے سے تھا۔ اس پر ان کو تعجب بھی ہوتا تھا اور اسی جزو کی ترمیم کا انہوں نے
مطالبہ بھی پیش کیا تھا، جس کا جواب ابھی گزر چکا ہے۔
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دفعہ سوق ذوالحجاز میں تبلیغ کے
لیے تشریف لے گئے اور آپ نے مجمع میں گھس کر فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ ابو جہل
نے آپ پر خاک پھینک دی اور لوگوں کو کہا، خبردار! اس کے فریب میں نہ
آنا۔ (مسند احمد جلد ۱ ص ۶۳)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوق ذوالحجاز میں ایک دفعہ ارشاد فرمایا:-
يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
اے لوگو! الٰہ الا اللہ کہو تاکہ تم کامیاب
تفلیح کرو۔
ہو جاؤ۔

لہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی موقع پر مشرکوں کی انتہائی اذیت کو خندہ پیشانی اور بڑی بہادری سے
برداشت کرتے ہوئے احداً حکمت تھے یعنی الٰہ ایک اور صرف ایک ہی ہے۔

تو ابولہب نے کہا :-

اِنَّهٗ صَابِيٌّ كَاذِبٌ (مستدرک ج ۱ ص ۱۵۱) بے شک وہ بے دین جھوٹا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

یہ وہی ابوجہل ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا مانتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ آپ کو ہم نہیں جھٹلاتے۔ لیکن جو مسئلہ توحید آپ پیش کرتے تھے اس کو سن کر وہ آپ سے باہر ہو جاتا تھا بس یہی حال آج بھی ہے کہ شرک کے شیدائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا مانتے اور عقیدت کا دم توڑتے ہیں (گویا محبت کے ٹھیکیدار ہی یہی لوگ ہیں) مگر جو مسئلہ آپ نے بیان فرمایا تھا اس کا انکار بھی ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کو یہ تمام تکالیف صرف خدا تعالیٰ کی الوہیت اور توحید خالص سنانے کی وجہ سے پیش آئیں اور حقیقت میں توحید کا لطف ہی جب آتا ہے کہ اس کو صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کر کے صرف ایک ہی خدا کو حاجت روا اور مشکل کشا اور موجود یقین کیا جائے گو دنیا سب ہی ناراض ہو جائے ۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہے
یہ بندہ دو عالم سے بے غما میرے لیے ہے

۱۔ ہجرت سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں لوگوں کو یہ دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ تو ابولہب نے کہا کہ یہ تمہیں دین آج پھیرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی ایک رسالہ (مستدرک ج ۱ ص ۱۵۱)

باب اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهُ وَلَا اِلٰهَ مَعَهُ وَلَا یَدَّلُهُ وَلَا مِثْلَ لَهُ وَلَا مِثَالَ لَهُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ خَیْرٌ خَلَقَهُ مُحَمَّدٌ خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

قرآن کریم نے جتنا زور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر دیا ہے اتنا زور کسی دوسرے مسئلہ پر نہیں دیا۔ اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر جناب سید المرسلین خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جتنے بھی خدا کے نبی اور رسول تشریف لائے ان کی پہلی دعوت ہی یہی رہی ہے کہ :- مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی بھی الہ نہیں لہذا اسی ہی کی عبادت کرو۔ آئندہ اوراق میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کیا جائے گا کہ مشرکوں کو رب عبادت، اور اللہ ہی کے معنی میں غلط فہمی ہوئی اور اسی غلط فہمی کا شکار ہو کر وہ جادہ توحید سے بھٹک کر شرک کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔ اختصاراً قرآن کریم کی چند آیات ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں، جن میں شرک کی نہایت وضاحت سے تردید کی گئی ہے :-

① حضرت لقمان حکیم اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :-

لَيْبَتِي لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ
لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (پ، لقمان ۲۸)
ایسے پیارے بیٹے! شریک نہ ٹھہراؤ اللہ کا
بے شک شریک ٹھہرانا بھاری بے انصافی ہے۔
اگرچہ دنیا میں حق تلفی اور بے انصافی عام ہے لیکن اس آیت سے معلوم ہوتا
کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی بے انصافی نہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا
جائے۔

(۳۲) اللہ تعالیٰ اپنا قانون بیان فرماتے ہیں :-
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ
وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَى
إِثْمًا عَظِيمًا (پ، ۵، نساء، ۴۸)
بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا
شریک ٹھہرائے، اور بخشتا ہے اس سے نیچے
کے گناہ جس کے چاہے اور جس نے شریک
ٹھہرایا اس کا، اس نے بڑا طوفان باندھا۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اٹل قانون (حرف ان کے ساتھ جو تحقیق
کے لیے ہوتا ہے) بیان کر دیا ہے کہ مشرک کی بخشش کسی صورت میں نہیں ہو
سکتی تاوقتیکہ وہ شرک سے توبہ نہ کر لے۔ اور شرک سے نیچے دوسرے گناہ خدا تعالیٰ
کی مشیت میں داخل ہیں جس کو چاہے معاف کرے اور جس کو چاہے مناسب سزا دے۔
ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :-

(۳۳) إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَسَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا لَهُ النَّارُ
وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ
بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو
حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا
دوزخ ہے۔ اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد
کرنے والا۔
(پ، ۶، مائدہ، ۱۰)

اس آیت میں بھی سنایت ہی وضاحت اور تاکید سے اللہ تعالیٰ نے یہ
بات ارشاد فرمائی ہے کہ شرک کرنے والا کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جہنم
ہے اسے کبھی رہائی نصیب نہیں ہو سکتی وہ ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم اور جہنم میں

مقید ہے گا، اور اس کی مدد بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔

(۳۴) آپ کو معلوم ہو گا کہ صرف پچیس پیغمبروں کے نام قرآن کریم نے بتائے ہیں، بقیہ
حضرات الانبیاء الباقین اور الرسل میں اجمالاً بیان کیے گئے ہیں۔ اور ان میں اٹھارہ حضرات
کا نام ایک ہی رکوع میں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
جن کا ذکر صرف ایک ہی رکوع میں تصریح کے ساتھ آیا ہے، یہ ہیں :-
حضرت ابراہیم، حضرت اسحق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت
داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت
ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل
حضرت ایسحٰق، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام۔
ان اکابرین کے ناموں کے بعد اجمالاً دوسروں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے :-
وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَأَخْوَانِهِمْ
وَأَجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمُ إِلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ (پ، انعام، ۱۰)
اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ
دلوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور
بھائیوں میں سے، اور ان کو ہم نے پسند کیا اور
سیدھی راہ پر چلایا۔

الغرض اٹھارہ حضرات کا نام لے کر اور باقی بزرگوں کا مِنْ آبَائِهِمْ وَأَخْوَانِهِمْ اجمالاً
ذکر کر کے گویا تمام پیغمبروں کا بیان کر دیا گیا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے :-
وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ (پ، انعام، ۱۱)
اور اگر وہ لوگ بھی شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو
جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

حضرات! اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ شرک کتنی مضر اور بُری چیز ہے کہ
اگر بالفرض خدا تعالیٰ کے پیغمبروں سے بھی اس کا صدور ہوتا تو ان کے اعمال بھی بالکل
ضائع ہو جاتے اور ان کو کوئی بھی نیکی کا کام مفید نہ ہو سکتا۔ (عیاذ باللہ تعالیٰ)
(۳۵) اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے

ارشاد فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِكَ لَنْ أَشْدَّكَ لِيَحْبُطَنَّ
عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور البتہ تحقیق حکم دیا جا چکا ہے مجھ کو اور تجھ

سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت

جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو جائے کالقصان

اٹھانے والوں میں۔

(پ ۲۴، نمبر ۷۷)

آپ جانتے ہی ہیں کہ نبی کا ہر کام مقبول خدا ہوتا ہی ہے۔ بالفاظ دیگر نبی کے ایک عمل کا اور امت کے سارے اعمال کا بھی اگر موازنہ کیا جائے تو میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی کا ایک ہی عمل تمام امت کے اعمال سے بڑھ جلتے گا۔ مگر بایں ہمہ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے بھی شرک صادر ہو جائے تو آپ کے اعمال بھی اکارت ہو جائیں گے (نبی سے شرک کا صدور امر محال ہے لیکن صرف امت کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے)۔

خلاصہ امر یہ ہے کہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے اور ہمیشہ کے لیے مشرک بخشش خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے اور اس پر جنت بھی حرام ہو جاتی ہے اور وہ ابد الابد تک جہنم کا ایندھن بھی بنا رہیگا۔ اور شرک اتنی قبیح چیز ہے کہ اگر بالفرض پیغمبروں سے بھی اس کا صدور ہوتا تو ان کے اعمال بھی اکارت ہو جاتے اور یہ حکم اللہ تعالیٰ صلی علیہ وسلم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کر چکا ہے۔ اسی طرح آپ سے پہلے بھی دوسرے پیغمبروں پر اسی مضمون کی وحی نازل فرما چکا ہے۔ الغرض مشرک سے بڑھ خدا تعالیٰ کا باغی اور نافرمان دوسر کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا :-

أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ

کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے

(بخاری ج ۲ ص ۱۷۱، مسلم ص ۱۷۱)

نوٹ :- زند کی تشریح انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گی۔

باب دوم

مشرک حالت شرک میں جو بھی عبادت اور کار خیر کرتا ہے یا کرے گا، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی بھی قدر و منزلت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے درجہ قبولیت حاصل ہو سکتا ہے۔ ذیل کے دلائل غور کے ساتھ پڑھنے سے آپ کو بخوبی یہ امر معلوم ہو جائیگا۔
① مشرکین مکہ نے اپنی بعض عبادتوں کا ذکر کیا تھا کہ ہم بھی نبی کے کام کیا کرتے ہیں مثلاً مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اور (پر دیسی مسافر) حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ (وغیرہ وغیرہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ
الْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ

کیا تم نے کر دیا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد
حرام کی تعمیر کرنا، برابر اس کے جو ایمان
لایا اللہ پر، اور قیامت کے دن پر اور اللہ
کے راستہ میں جہاد کیا یہ برابر نہیں ہیں اللہ

کے نزدیک۔

(پ ۳، توبہ، ص ۳)

جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں (ایک مخصوص قسم کا) محل تیار کرے گا۔ (بخاری ص ۲۱۵، مسلم ص ۲۱۱) اور مسجد بھی کوئی شاہی مسجد نہیں، بلکہ اتنا مبالغ فرمایا کہ اگرچہ وہ کوئچ (پرندہ) کے گھونسلے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

(البدو داود طرابلسی ص ۲۴۱ وابن ماجہ ص ۵۴۷)۔

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ مشرکین مکہ نے جن میں ابو جہل، ابولہب، عتبہ اور شیبہ وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ایک معمولی مسجد ہی نہیں بلکہ ام المصاحد تعمیر کی تھی۔ لیکن ان کے لیے جنت میں محل تو کیا تیار ہوگا وہ کبھی جنت میں داخل ہی نہیں ہو سکتے۔ اور مسجد حرام کا چندہ جس خلوص سے مشرکین نے جمع کیا، وہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ابو وہب بن عابد مسجد حرام کا متولی تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ مسجد حرام میں حلال و طیب مال ہی لگایا جائے گا۔ کوئی شخص حرام کار عورتوں کی آمدنی اور سود کی رقم اور دیگر ظلم سے حاصل کی ہوئی رقم چندہ میں ہرگز نہ دے۔

(عمدة القاری علی البخاری ص ۲۱۵ حاشیہ)

یہی وجہ تھی کہ حلال و طیب چندہ اتنا جمع نہ ہو سکا جس سے وہ ساری مسجد کے اوپر چھت ڈال سکتے۔ مجبوراً ان کو مسجد کا ایک حصہ باہر نکالنا پڑا جس کو حجر اور حطیم سے تعمیر کیا جاتا ہے۔ (بخاری ص ۲۱۵) مسجد سے اس جگہ صرف کعبہ کا حصہ مراد ہے۔

⑤ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج مبرور (یعنی حلال کی کھائی اور خلوص نیت کے ساتھ حج) کرے، وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی مال کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۶ و مسلم ج ۱ ص ۲۲۶)

لیکن مشرکین عرب اور اہل مکہ میں سے کوئی ایسا مشرک نہیں ثابت ہو سکتا جس نے کئی کئی حج نہ کئے ہوں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی ننگا ہو کر طواف کر سکتا ہے۔ (بخاری ص ۲۲۱ و مسلم ص ۲۳۵) مگر اہل اسلام جانتے ہیں کہ مشرکوں کے یہ حج بالکل ضائع اور اکارت گئے ان کو ان کے عوض کوئی ثواب

حاصل نہیں ہو سکتا۔

فائدہ :- حاجی سے جو گناہوں کی معافی کا وعدہ ہوا ہے، وہ ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا۔ باقی رہے وہ گناہ جن کا تعلق عباد کے ساتھ ہے

وہ معاف نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ وہ اصحاب حقوق کو دیئے نہ جائیں۔ یا ان سے معافی نہ لی جائے۔ (راو کا قال مستند حلیا لسی) اور نماز اور روزہ بھی قضا اور فدیہ کے بغیر معاف نہیں ہو سکتے۔

③ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۹ و مسلم ص ۳۶۴) اور مشرکین قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (بخاری ص ۲۶۸ و مسلم ص ۳۵۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قریش ایام جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور یہ روزہ طلوع فجر سے شروع ہو کر غروب آفتاب

پر ختم ہوتا تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۴)

لیکن اس کے باوجود کسی مسلمان کو یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ یہ کہہ دے کہ مشرکین کو بھی صوم عاشورہ مفید ہو سکتا ہے۔

④ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک غلام آزاد کرے اللہ تعالیٰ آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے محفوظ رکھے گا (راو کا قال مشکوٰۃ ص ۲۹۳ و قال منتق علیہ) اور عاص بن وائل نے مرتے وقت اپنے لڑکے ہشام بن وائل کو وصیت کی تھی کہ غلام آزاد کرنا۔ چنانچہ اس نے پچاس غلام آزاد کیے۔ (البدو داود ص ۲ ص ۴۳)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا عاص کو اس سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو تم غلام آزاد کرتے یا صدقہ دیتے یا حج کرتے، تو اس کو فائدہ پہنچتا۔ مگر اب کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ (البدو داود ص ۴۳)

⑤ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قربانی جو ہم کرتے ہیں وہ کیوں؟ آپ نے فرمایا۔ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ پوچھا گیا کہ ہم کو اس کا کیا ثواب حاصل ہوگا؟ آپ نے فرمایا، ہر بال کے عوض نیکی ملے گی۔

(اوکما قال مشکوٰۃ ص ۱۲۹ وقال رواہ احمد وابن ماجہ)

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ حوالہ دے کر بتایا جائے گا کہ مشرکین قربانی بھی کیا کرتے تھے لیکن ان کے لیے نہ قربانی مفید ہو سکتی ہے، نہ ہی دیگر کار خیر اس لیے کہ اصلی اور بنیادی چیز (توحید) ان میں مفقود تھی۔ معلوم ہوا کہ مشرک کا کوئی بھی عمل عند اللہ تعالیٰ مقبول نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار نیکی کے کام وہ کیا کرتے تھے جن کا ذکر آئندہ اپنے موقع پر ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

قاریین کرام! جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرک کی کوئی بھی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ بات بھی بالکل عیاں اور قطعی ہے کہ مشرک کے لیے کسی دوسرے کی دعائے مغفرت اور صدقہ و خیرات بھی ہرگز مفید نہیں ہو سکتی۔ دلائل ذیل بغور دیکھئے۔

① آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حقیقی چچا (عبد مناف) ابوطالب کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَحْبَبَ الْمُحْسِنِينَ

لا تَقْ نَبِيْسُ بِي كُوَاوْ مُسْلِمَانُوں كُوَاوْ كُشْ جَاهِيں
مَشْرُكُوں كِي اَكْرِيْوْ وَوْ هُوْلُ قَرَابَتِ وَاوْ
جِب كُوَاوْ كُشْ چَكَ اَنْ پَر كُوَاوْ وَوْ هِيں دُوْرُخِ وَاوْ۔

(پ، توبہ، ص ۱۴)

چنانچہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے لیے دعائے مغفرت نہ کرنا بھی ترک کر دی۔ (بخاری ۲۷۵۷، مسلم السنۃ)

آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

بڑھ کر خدا تعالیٰ کا پیارا اور مقبول بندہ اور کوئی نہیں اور یہی ہو سکتا ہے۔ قلندر لاہوری علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

مِرْخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ، کہ اب الیاد و سر آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں، نہ دکان آئینہ ساز میں

لیکن آپ کی اپنے حقیقی چچا کے لیے بھی دعا قبول نہ ہوئی بلکہ دعا ہی سے آپ کو روک دیا گیا۔ کیونکہ چچا مشرک کی حالت میں مرا تھا اور اس کے لیے کوئی بھی دعا مفید نہ ہو سکتی تھی۔ حالانکہ کم و بیش اڑتیس سال چچا نے آپ کی وہ خدمت کی جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔

② آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی ریس المنافقین (جس نے زبانی طور پر کلمہ توحید تو پڑھ لیا تھا مگر دل میں بدستور کفر اور شرک موجود تھا) کا جنازہ بھی پڑھایا اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا:-

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ

آپ منافقوں کے لیے معافی مانگیں یا نہ مانگیں۔ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشنے گا۔

(پ، توبہ، ص ۱۰)

بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ستر مرتبہ سے بھی زیادہ دعائے مغفرت کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت نازل ہو گئی۔ (بخاری ۶۴۳۲)

③ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کی مغفرت کے لیے اپیل کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا:-

اِنَّ حَرَمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ کہ بے شک میں نے کافروں اور مشرکوں

(مشکوٰۃ ص ۸۲ متفق علیہ) کے لیے جنت حرام کر دی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے اولوا العزم نبی کی دعا مشرک والد کے حق میں قبول نہ ہو سکی اور جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا اپنے حقیقی چچا کے لیے اور عبداللہ بن ابی کے لیے قبول نہ ہو سکی تو دوسروں کی دعائیں مشرکوں کے حق میں کیونکر درجہ قبولیت پاسکتی ہیں؟ کیونکہ نبی کی دعا کا اثر ہی جداگانہ ہوتا ہے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور خصوصاً حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو مع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے مطابق بہت ہی اونچا اور بلند مقام رکھتے ہیں مگر چونکہ دربار خداوندی میں مشرک کے لیے دعا قبول ہی نہیں ہو سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو دعا ہی سے روک دیا۔ اگر دعا کی بھی تو وہ قبول نہیں فرمائی۔

باب سوم

قرآن کریم اور احادیث میں جہاں شرک کی تردید آئی ہے وہاں نہایت ہی تعلیم کے ساتھ اس کی تردید کی گئی ہے۔ جس سے اور زیادہ تعلیم سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ آپ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیت اللہ کی جگہ کا انتخاب کر کے تعمیر کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:-

أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا
(پ ۱۷، ج ۳، ص ۳۰) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔

② حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیل خانہ کے اندر اثنائے تقریر میں فرمایا کہ میں اپنے آباء و اجداد یعنی حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملت کی اتباع اور پیروی اختیار کر چکا ہوں۔ آگے فرماتے ہیں:-

مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ
من شئ (پ ۱۲، یوسف، مکیع ۴) ہمیں کسی طرح بھی یہ لائق نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔

③ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ آپ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو اس چیز کی دعوت دیں

کہ آؤ ایک ایسی چیز کی طرف جو ہماری اور تمہاری سہم ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں۔

وَلَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا (پ، آل عمران، ۷) اور یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور۔
وَلَا تُشْرِكْ كُؤَابَهُ شَيْئًا ط اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (پ، نساء، ۲)

⑤ مشرکین عرب نے اپنی خواہشات کے مطابق بہت سی چیزیں حلال اور حرام کر دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ ان سے کہہ دیں کہ آؤ میں تمہیں ان چیزوں کی فہرست سنا دوں جو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کی ہیں۔ (ایک یہ ہے)۔

اَنْ لَا تُشْرِكُ كُؤَابَهُ شَيْئًا کہ تم خدا کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔ (پ، انعام، ۴)

⑥ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو زمین کی خلافت دینے کا وعدہ کیا ہے اور ان کی چند نشانیاں اور علامتیں بھی بتائی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

يُغِيْبُ دُؤُنَہِ لَا يُشْرِكُ كُؤَابَهُ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ شئیٹا ط (پ، نور، ۶)

⑥ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ کے پاس ایمان لانے کی غرض سے عورتیں بیعت کے لیے آئیں تو آپ ان شرائط پر ان سے بیعت لیں۔ اولین شرط یہ ہوگی۔

اَنْ لَا يُشْرِكُ كُؤَابَهُ شَيْئًا ط کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ (پ، محمد، ۲)

⑤ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق بندوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اور کچھ حقوق بندوں کے اللہ تعالیٰ نے بطور تفضل اپنے ذمے لیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ۔

اَنْ يُعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُ كُؤَابَهُ شَيْئًا وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔

اور بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ ہے کہ۔
لَا يُعْبَدُ مَنْ لَا يُشْرِكُ كُؤَابَهُ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراتا وہ اس کو سزا دے۔

(بخاری ۲ ص ۸۸۲، مسلم ۴ ص ۱۷۲، ابوعوانہ ۱ ص ۱۷۲، وطیاسی ص ۱۷۲)
⑥ حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے ہاتھ پر بیعت کرو لیکن اس شرط سے کہ۔

لَا تُشْرِكُ كُؤَابَهُ شَيْئًا خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (بخاری ۱ ص ۱۷۲، مسلم ۲ ص ۱۷۲، ونسائی ۲ ص ۱۷۲، وطیاسی ص ۱۷۲)

⑥ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا۔ حضرت مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور

وَلَا تُشْرِكْ كُؤَابَهُ شَيْئًا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔ (بخاری ۱ ص ۱۷۲، مسلم ۳ ص ۱۷۲، ابوعوانہ ۱ ص ۱۷۲)

⑥ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں واجب کفایت والی ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہ کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ كُؤَابَهُ شَيْئًا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو

دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ
بِاللَّهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ
(مسلم ۱ ص ۶۶ و ابو عوانہ ۱ ص ۱۸)
شریک ٹھہرایا اور اس کی وفات ہو گئی تو وہ جہنم میں
جائیگا اور جس کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ اس نے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا تو وہ
جنت میں جائے گا۔

۱۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی شکل کا آدمی آیا (وہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے) اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا
ایمان کیا شے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ :-
اَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ
(بخاری ۲ ص ۴۴ و مسلم ۱ ص ۲۹)
ایمان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس
کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

۱۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم نے ۱۰ھ میں روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس بھی اسلام کا دعوت نامہ بھیجا اور
اس نے بیت المقدس میں جب کہ وہ وہاں سرکاری دورہ پر آیا ہوا تھا تجارت مکہ کو بلایا
جو تجارت کے لیے وہاں گئے تھے جن میں حضرت ابوسفیانؓ بھی تھے۔ لیکن ابھی تک
وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ہرقل نے پوچھا کہ وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے
تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے؟ حضرت ابوسفیانؓ نے جواب دیا کہ چند باتوں کی تعلیم دیتا
ہے۔ اُن میں سے پہلی یہ ہے :-

اعبدوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ
شیئا۔ (بخاری ص ۴)
کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

۱۴) حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص آیا۔ اور اس
نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول، مجھے ایسا کام بتائیں جس کے کرنے کی وجہ سے
میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ لوگوں نے کہا، اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس کو کیا ہو گیا
ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سائل ہے، سوال کرتا ہے

اس کو اور کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-
تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا
(بخاری ص ۱۸ و ابو عوانہ ص ۴)
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی چیز کو شریک نہ بناؤ

۱۵) حضرت عمرؓ بن عبدہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہرت سنی تو میں اپنی قوم سے نظر ہٹا کر آپ کے پاس
پہنچ گیا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کس چیز کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا :-
بِاَنَّ يُوْحِدَ اللَّهَ وَلَا يُشْرَكَ بِهِ
کہ خدا کی توحید کا اقرار کیا جائے اور اس کے
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔
(ابو عوانہ ص ۵)

۱۶) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ سوہوار اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں۔
پھر ارشاد فرمایا :-

فَيُغْفَرُ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا
تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو
شریک نہیں ٹھہراتا اس کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر
اَلَّا رِبْلَ بَيْتِهِ وَبَيْنَ اَخِيهِ شَحْنَاءَ
(مسلم ۲ ص ۳۱ و طحاوی ص ۳۱۶)
وہ شخص جس کا کسی بھائی کے ساتھ (بلادہ شرعی) بغض ہو

۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
معرج کے لیے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزیں آپ کو
عنایت ہوئیں (پہلی) پانچ نمازیں (دوسری) سورۃ بقرہ کی آخری آیات اور (تیسری)
یہ کہ :-

وَعَفْرُ لِمَنْ دَمَ يَشْرِكُ بِاللَّهِ مِنْ
امته شیئا
جو شخص آپ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے
(مسلم ص ۹ و مشکوٰۃ ص ۵۲۹)
گا اس کی مغفرت ہوگی۔

۱۸) حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

ستم سے پوچھا آپ مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے کی وجہ سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور جہنم سے بچ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے بڑی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے۔ لیکن جس پر خدا تعالیٰ آسان کرے، اس پر مشکل بھی نہیں وہ یہ ہے کہ :-

تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا
(ترمذی ۲۶۹۲ وابن ماجہ ۲۹۴۲ و مستدرک ۳۵۴)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، اے آدمؑ کے بیٹے، جب تک تو مجھے پکارتا ہے گا اور مجھ سے امید کرتا ہے گا۔ میں تیری سب کوتاہیوں کو معاف کرتا رہوں گا، اور مجھے کوئی پروا نہیں، اے ابن آدمؑ! اگر تیرے گناہ بڑھتے بڑھتے آسمان کی پچی سطح تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگتا ہے تو میں تجھے معاف کر دوں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدمؑ! اگر تو زمین کو گناہوں سے بھر کر میرے سامنے پیش کرے اور پھر مجھ سے معافی مانگے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ لا تشک بى شىئا (میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) تو میں اتنی ہی وسعت سے اپنی مغفرت سے تجھے نواز دوں گا۔ (ترمذی ۱۹۳۳ و مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

یہ حدیث حضرت ابو ذرؓ سے بھی مروی ہے۔ (بخاری ص ۴۴۴ و ابن کثیر ص ۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص یہ یقین کرے کہ میں گناہوں کے معاف کرنے پر قادر ہوں تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں لیکن مالہ و شرک بى شىئا (مشکوٰۃ ص ۲۰۴) جب تک کہ اُس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے مجھے دس چیزوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے :-
لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَان قُتِلْتَ
او حُرِّقْتَ (الحديث من صحيح مشكاة ص ۱۵۱)

کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا
اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلادیے جاؤ۔

حضرت ابو ذرؓ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے خوشخبری سنائی۔ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنة (ابو عوانہ ص ۳۴ و ابی المفرد ص ۱۱۹) کہ میری امت سے جو شخص اس امت میں فوت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہیں دیتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے سفر کا ارادہ کیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-
اعبد الله لا تشرك بالله شيئاً الخ
(مستدرک ص ۵۴)

کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔

حضرت عرابض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور مؤثر طریقہ سے ترغیب و تمہیب کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر آخر میں یہ ارشاد فرمایا :-
اعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً
(مستدرک ص ۹۶)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دینا۔

جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل طائف کو تبلیغ کرنے تشریف لے گئے اور اُنہوں نے انتہائی درندگی کے ساتھ آپ پر پتھروں کی بارش برپائی حتیٰ کہ آپ کا بدن مبارک لہولہاں ہو گیا اور نعلین تک پاؤں سے خون کے خشک ہونے کی وجہ نکلتی دشوار ہو گئیں (تو وہ فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

وہاں کے پہاڑوں کی ڈیوٹی سپرد ہوئی تھی، آیا اور کہنے لگا۔ حضرت اگر آپ اجازت دیں تو میں دو پہاڑوں کے درمیان ان کے سروں کو کچل دوں۔ مگر رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

بل ارجوان یخرج اللہ من اصدادہم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شیئاً
نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت کے لیے افراد کو پیدا کرے گا جو اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے
(بخاری ص ۵۱۶، مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، مشکوٰۃ ص ۵۲۳)

۲۶) حضرت ابوذر دارؓ فرماتے ہیں۔ مجھے میرے پیارے اور محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی ہے :-

ان لا تشرک باللہ شیئاً وان قطعتم او حرقتم
کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاؤ یا قتل کر دیے جاؤ۔
(ابن ماجہ ص ۳۰۱)

۲۷) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد مسلم کی وفات ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس آدمی ایسے شریک ہوں :-

لا یشرکون باللہ شیئاً الا شققہم اللہ فیہ
کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی سفاک ش میت کے لیے قبول فرماتا ہے۔
(مسلم ص ۳۸۸، مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

۲۸) حضرت سلم بن قیس الاسلمیؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا :-

لا تشرکوا باللہ شیئاً (متذکرہ ص ۲۵۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

۲۹) حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتا ہے :-

من لقی باللہ لا یشرک بہ شیئاً ولم یبتد بہم حرام
جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی حالت میں ملا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ اور ناحق خون سے (متذکرہ ص ۳۵۲)

۳۰) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اس نے کہا۔ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے چند ایک نہایت اہم اور مفید نصیحتیں ارشاد فرمائیں جن میں سے پہلی یہ ہے :-

تعب اللہ ولا تشرک بہ شیئاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔
(متذکرہ ص ۱۸۵)

۳۱) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سطح زمین پر جتنے بھی انسان اور جنات ہیں (اصل الفاظ ماعلیٰ الارض نفس) ہیں :-

لا تشرک باللہ شیئاً اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔
(مسندک ص ۸۷)

اور صدق دل کے ساتھ میری نبوت اور رسالت کو تسلیم کر لیں۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے گا۔

۳۲) حضرت صفوان بن عیالؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دو یہودی آئے اور انہوں نے آیات بیانات کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے جواب ان الفاظ سے شروع کیا کہ :-

لا تشرکوا باللہ شیئاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔
(متذکرہ ص ۱۸۵، مشکوٰۃ ص ۱۸۵)

۳۳) حضرت ربیعہ بن عبادؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

منیٰ کے مقام پر ارشاد فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ
أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ لَا تَشْرِكُ
بِهَ شَيْئًا (متدرک ۱ ص ۱۵)

(۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ لَا تَشْرِكُ
بِهَ شَيْئًا (متدرک ۱ ص ۱۵)

(۳۵) حضرت اسماء بنت عیس فرماتی ہیں مجھے جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب تمہیں تکلیف پہنچے تو یہ کہا کرو :-
اللّٰهُ اِلٰهُ بَنِي لَا اَشْرَكَ بِهِ شَيْئًا اللّٰهُ هِيَ اللّٰهُ هِيَ مِثْلُ رَبِّ هِيَ - میں اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے لیے تیار نہیں۔

(۳۶) حضرت ابی بن کعب رضی روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازل میں عہدِ شاق لیا تو یہ ارشاد فرمایا :-

اَعْلَمُوا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ غَيْرِي وَلَا رَبَّ
غَيْرِي وَلَا تَشْرِكُوا لِي شَيْئًا
جان لو کہ میرے بغیر کوئی الٰہ نہیں اور میرے بغیر کوئی رب نہیں۔ اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔ (متدرک ۲ ص ۲۲۴)

(۳۷) حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی نے دربارِ نجاشی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم سنایا ہے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا
(مذاہد ۱ ص ۲۲، متدرک ۲ ص ۲۱۰)

(۳۸) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :- اس امت کو قیامت تک دن تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۱۔ جو بغیر حساب لیے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔

۲۔ جن کا سر سمری طور پر حساب ہوگا۔

۳۔ جن کی گردنوں اور کمر پر بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند گناہ لائے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا۔

هَؤُلَاءِ عبيد من عبيدي لم
ير مير بر بزرے ہیں میرے عاصی انہوں نے

یشرکوا لی شیئا کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

(المتدرک ص ۶۰ و ۵۸ و سلم ص ۳۶)

لہذا ان کے گناہ یہود اور نصاریٰ پر (جنہوں نے ان کو عملی طور پر گمراہ کیا اور دین بنانے کی انتہائی کوشش کی) ڈال دو۔ اور ان کو میری رحمت کے سایہ میں شامل کئے جنت میں داخل کر دو۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں جنت میں بغیر حساب کے وہی لوگ جائیں گے جیسا کہ حضرت عکاشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح ہے

ولد وافی الاسلام ولم یشرکوا باللّٰه
شیئا (البدایہ النہایہ ج ۱ ص ۲۱۴)

(۳۹) حضرت ابو ایوب الانصاریؓ فرماتے ہیں ایک اعرابی نے جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا مجھے ایسی چیز بتلئے کہ میں اس کے گمنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں اور جہنم سے بچ سکوں۔ آپ نے فرمایا پہلی چیز یہ ہے۔

تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ط اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دو

(ادب المفرد ص ۱۰)

(۴۰) ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سے

پہلے جو تقریر کی تھی اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:-

اعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً
الله تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ
کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔
(البقرہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۴)

قارئین کرام:- اگر اس مضمون کی اور حدیثیں نقل کی جائیں تو یقیناً آپ
پڑھ پڑھ کر کتا جائیں گے۔ اس لیے دو چار اور حدیثیں پیش کئے اس باب کو
ختم کیا جاتا ہے:-

(۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک مخصوص دعا ایسی ہوتی ہے جس کو درجہ قبولیت
حاصل ہوتا ہے اور ہر نبی نے ایسی دعا دنیا کے اندر ہی کر لی ہے۔ لیکن میں نے وہ
دعا ابھی تک نہیں کی۔ وہ دعا میں نے اپنی اُمت کی شفاعت کیلئے چھوڑ رکھی ہے۔
فہی نائلة ان شاء الله من مات
تو وہ دعا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اُمت
من اُمتی لا یشرک باللہ شیئاً۔
میں سے ہر اس شخص کو پہنچ سکتی ہے کہ جس کی
(مسلم ص ۱۱۳ والبعوانہ ص ۹۰ وابن ماجہ)
وفات اس حالت میں ہوئی کہ اُس نے اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔
(ص ۲۲۹)

(۴۲) حضرت مالک بن عوف فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا (فوشہ)
آیا، اس نے مجھے اختیار دیا کہ آپ ایک شق اختیار کر لیں (۱) یا تو آپ کی نصف
اُمت (بلا حساب) جنت میں داخل کر دی جائے (۲) اور یا آپ شفاعت اختیار
کر لیں۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے شفاعت ہی اختیار کر لی۔
آگے فرماتے ہیں:-

وہی لمن مات لا یشرک باللہ
اور یہ میری شفاعت اسی کو مفید ہو سکتی ہے
جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اُس نے
شیئاً

(ترمذی ۲ ص ۱۶ و مشکوٰۃ ص ۲۹۴)
اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا

(۴۳) قیامت کے دن جب حضرات انبیاء عظام، صدیقین، اولیاء، شہداء علیہم الصلوٰۃ
والسلام اور چھوٹے بچے وغیرہ شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جہنم
میں سے ہر اس شخص کو نکال لاؤ۔

من کان لا یشرک باللہ شیئاً
جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
نہیں ٹھہرایا۔
(مسلم ص ۱۱۳ والبعوانہ ص ۱۶)

(۴۴) پھر جب تمام مقبول بندے شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:
انا رحمہ الراحمین ادخلوا جنتی
میں سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے
والا ہوں۔ میری جنت میں داخل کرو جس نے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔
(البعوانہ ص ۱۶)

حضرات! آپ جانتے ہی ہیں کہ شیئ کا لفظ تعمیم کے لیے ہوتا ہے اور
پھر جب نکرہ ہو تو اس میں اور بھی تعمیم آجاتی ہے۔ اور پھر جب یہ نفی کے تحت داخل
ہو تو اس میں اور مزید تعمیم ہو جاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے برحق نبی
جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات سنایت ہی واضح کر دی
ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا اہل وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی
چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسی شخص کی لغزشیں اور کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف کرتا
ہے اور اسی شخص کو اپنی مغفرت اور بخشش سے نوازتا ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی
چیز کو شریک نہ بناتا ہو اور وہی شخص جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر صلوات
اور ملائکہ کی شفاعت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور وہی شخص جہنم کے ابدی عذاب سے بچ سکتا
اور رحمت خداوندی میں داخل ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز
کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
ٹھہراتے گا وہ نہ تو جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لیے شفاعت

ہو سکتی ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ وہ جہنم میں پڑا ہے گا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منها ومن
سائر انواع العذاب بہتہ وکرمہ)۔

باب چہارم

اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق نبی جناب رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے جس طرح لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا سے شرک کی پُر زور الفاظ میں تردید کی ہے،
اسی طرح غیر مبہم الفاظ میں لفظ أَحَدًا سے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی ذات اور
ہستی بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں۔ نہ عبادت میں نہ حکم میں اور نہ ہی
اس بات میں کہ اللہ کے سوا کسی ذات اور ہستی کو پکارا جائے، محض قرآن کریم کی
چند آیات ہی پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ کریں:-
① ایک مرد مومن نے اپنے کافر اور مشرک دوست سے مخاطب کرتے ہوئے
یوں کہا کہ:-

لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ
پھر میں تو یہی کہتا ہوں، وہی اللہ ہے میرا
رَبِّ، اور نہیں مانتا شریک اپنے رب کا کسی کو۔
يَبْدِي أَحَدًا۔ (پہا، سورہ کہف، ۵۸)
② جب اس کافر و مشرک کا سب مال و جائیداد تباہ ہو گئی اور کھف افسوس

لہ احد کے معنی ہیں یکے کے وہو اسم لمن يصلح ان يخاطب (صراح)
لفظ احد صرف اسی مخلوق پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ جو خطاب کی اہلیت رکھتی ہو جیسے انسان
فرشتے اور جن غیر ذہبی العقول پر لفظ احد کا اطلاق لغتہ نہیں ہوتا۔

ملنے لگا تو اُس وقت اُس نے اقرار کیا کہ:-

يَلِيْسَتِيْ نَعْمَ اَشْرِكُ بِرَبِّيْ اَحَدًا
(پ ۱۵، کہف، ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون اور ضابطہ ارشاد فرمایا ہے:-

وَلَا يَشْرِكُ فِيْ حُكْمِهِ اَحَدًا
(پ ۱۵، کہف ۵۴)

یعنی اللہ تعالیٰ خود ہی حکم دینے والا ہے، اپنے حکم میں کسی کو اُس نے شریک نہیں بنایا تو جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ حکم صادر کرنے میں کسی کو شریک مانے یا خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور کا حکم حق اور صحیح تسلیم کرے۔ وہ بھی مشرک ہے البتہ حکم پہنچانا پیغمبروں کا کام ہے اور اجتہادی مسائل میں غیر منصوص احکام کی کڑی منصوص احکام سے جوڑنا حضرات مجتہدین کا کام ہے۔ یہ بات محل نزاع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کام کرے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَا يَشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا
(پ ۱۶، کہف، رکوع ۱۲)

جنات کا ایک گروہ آیا۔ اور انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا۔ ایمان لا چکنے کے بعد جب واپس ہوئے تو اپنی قوم سے دوران تبلیغ میں کہنے لگے:-

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا (پ ۱۶، کہف)

اللہ تعالیٰ نے مسجد کے آداب میں سے ایک بڑا اور افضل ادب یہ بتلایا ہے۔

وَاِنَّ الْمُسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ
اور یہ کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے ہیں

لے مساجد کا یہ عام اور مشہور مفہوم ہے۔ علامہ محمد طہاہ الحنفی (المتوفی ۱۲۸۶ھ) نے مساجد سے سجدہ نمازیں اور

اعضائے سجود بھی ملزوم لیے ہیں۔ (مجمع البحار ج ۲ ص ۹۷)

اَحَدًا (پ ۲۹، جن، ۵۴)

سومت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو
مشد توحید سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان کر دیا ہے کہ آپ کہہ دیجئے:-

قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَا اَشْرِكُ بِهٖ
شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو۔

اَحَدًا (پ ۲۹، جن، ۵۴)

چونکہ عموماً خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں نے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کو (عطائی طور پر) نافع اور ضار سمجھ کر پکارا ہے اور پکارتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک اور قرآن کریم کے ذریعہ سے یہ اعلان کر دیا ہے کہ:-

قُلْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا
قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْدَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ
اَحَدًا وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ
مُصَدِّقًا (پ ۲۹، جن، ۵۴)

سورہ اخلاص تقریباً سو فیصدی مسلمانوں کو یاد ہوتی ہے اور ہر نماز (بلکہ اکثر تو ہر رکعت) میں اس کو پڑھتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت کر دی ہے کہ کوئی ہستی اور ذات بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی طرح بھی شریک نہیں اور نہ اس نے کسی کو شریک بنایا ہے۔

وَلَعَلَّيْكُمْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدًا
اور نہیں اس کا ہمسر (اور شریک) کوئی بھی

ان تمام آیات میں لفظ اَحَدًا اور اَحَدٌ سے یہی سمجھایا گیا ہے کہ کوئی بھی ہو نبی ہو یا ولی، فرشتہ ہو یا کوئی اور نیک ہستی اور ذات، خدا تعالیٰ کا کسی طرح شریک نہیں۔ نہ تو ذات میں اور نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ وہ ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے وَحْدًا لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ کلمہ شہادت میں جس پر ایمان کی راہ ہوتی ہے اسی بنیادی عقیدہ

کا سبق دیا گیا ہے اور اس سبق کو یاد رکھنے کے لیے ہر نماز کے تشہد میں خواہ وہ فرض ہو یا نقل۔ وتر واجب ہو یا نماز تہجد چاشت ہو یا اشراق جمعہ ہو یا نماز عید وغیرہ سب میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کا پڑھنا ہر نمازی کے فریضہ میں شامل کیا گیا ہے تاکہ وہ اس بنیادی اور اہم عقیدہ کو اپنے ذہن سے اوجھل نہ ہونے دے اور ہر وقت یہ سبق اس کے پیش نظر رہے تاکہ وہ شرک کے دلدل میں نہ پھنس جائے مگر ہزار افسوس کہ اس سچے اسلام کو جس کی صداقت اور سچائی کا اپنے لوگ بیگانہ اور غیر مسلم بھی اقرار کرنے سے کوئی چارہ نہیں پاتے اور ہم پرستوں اور شرک کے شیدائیوں نے اسلام اور کفر کا ایک ملغوبہ بن کر رکھ دیا ہے الفاظ تو اسلام کے استعمال کرتے ہیں مگر معانی اور مطالب کفر و شرک کے لیے جاتے ہیں کاش کہ مسلمان پھر اُسی کامیاب سبق کی طرف لوٹ آئے جو اُسے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے (اور غیر مسلم مقرر ہیں کہ تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیتوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔ انسانی کلچر یا بڑائی کا تو ساری کائنات مسلمان کے سامنے ٹھکنے کو اپنے لیے سعادت سمجھے اور کیوں نہ ہو؟

ہفت کثور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سماں بھی

باب پنجم

شرک کے شیدائی عموماً یہ کہہ سکتے ہیں کہ شرک تو یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی جائے اور کلمہ گو کوئی بھی ہو۔ چونکہ وہ بتوں کی عبادت نہیں کیا کرتا لہذا وہ اگرچہ کچھ ہی کہے یا کرے، مشرک نہ ہوگا۔ لیکن یہ ایک ایسا کھلا ہوا مغالطہ ہے کہ قرآن کریم نے جس کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشبیہ نے اس باطل خیال کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دی ہیں۔ مندرجہ ذیل دلائل کا بغور مطالعہ کریں۔

① قوم نصاریٰ کی غلطی ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰ عِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ
اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِي
وَاٰمِیْنِیْ اٰلِهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۝

قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ
مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقِّ ط اِنْ كُنْتُ
قُلْتُهٖ فَقَدْ عَلِمْتُهٖ ط تَعْلَمُ
مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَخْلَعُ مَا فِیْ نَفْسِیْ ط

اور جب کہے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ تمہارے مجھ کو، اور میری ماں کو دو الہ اللہ کے نیچے۔ عیسیٰ کہے گا، تو پاک ہے، مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے بے شک تیری چھپی ہوئی

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (پ۔ ما ۱۶) باتوں کو جاننے والا۔

اگر شرک فقط بتوں کی پرستش کی وجہ سے ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیسے؟ کہ قدرت خدا کی درو کہیں اور دو کہیں

نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت تھے۔ اور نہ ہی ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم مگر یہ سوال وجواب واضح کر رہا ہے کہ نہ صرف انسانوں کو بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبروں، اور ان کی والدہ ایسی عابدہ و زاہدہ کو بھی اللہ بنانے والے مشرک ہو جاتے ہیں۔

(۲) یہود و نصاریٰ جو نہ صرف خدا کے قائل تھے بلکہ اپنے خیال کے لحاظ سے موجد بھی تھے، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِخْتَدُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ
أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحِ
ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا
لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَآ إِلَهَ
إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ
تھم ایا انہوں نے اپنے مولیوں اور پیروں
کو رب، اللہ کے نیچے اور مسیح بیٹے مریم
کو بھی اور حالانکہ ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ
بندگی کریں ایک الہ کی۔ کوئی اس کے
سوا الہ نہیں وہ پاک ہے اس سے
(پ، توبہ، ۱۷)

اس آیت میں علامہ صوفیا اور مسیح بن مریم علیہما السلام کا ذکر ہے کہ لوگوں نے ان کو رب بنایا اور مشرک ہوئے۔ حالانکہ نہ مولوی بت ہوتے ہیں اور نہ ہی پیر، اور نہ ہی حضرت مسیح علیہ السلام۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں عَمَّا يُشْرِكُونَ سے ان کے بھی الہ بنانے والوں کو مشرک کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کو بھی اللہ اور رب بنانا مشرک ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی لڑی اور سلسلہ میں جن مولویوں اور صوفیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یقیناً نام نہاد مولوی اور صوفی تو نہیں ہو سکتے وہ صحیح معنی میں مولوی اور

پیر ہی ہو سکتے ہیں اللہ یہ کہ ان کے اتباع ہو س کا شکار ہو کر غلط روی میں مبتلا ہو جائیں جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں آئے گا۔

(الف) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہود سے سوال کرے گا۔

مَاذَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ فَيَقُولُونَ
عَزَائِرُ ابْنِ اللَّهِ فَيَقُولُ كَذِبُكُمْ
مَا اخْتَلَعْتُمْ مِنَ صَاحِبَةٍ وَلَا
وَلَدًا ط
تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں
گے عزیر کے جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ
فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو۔ نہ خدا کی بیوی
ہے اور نہ بیٹا۔

اسی طرح نصاریٰ سے سوال کرے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے، وہ کہیں
گے مسیح کی، جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔
خدا تعالیٰ کی نہ بیوی ہے نہ اس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ (مسلم ۱۰۲ و صحیح ابوالخوار
۱ ص ۱۶ و بخاری ۲ ص ۶۵ و مستدرک ۳ ص ۴۹)

یہود اور نصاریٰ کے دو دعوے تھے۔ ایک یہ کہ ہم حضرت عزیرؑ اور
حضرت مسیحؑ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس دعوے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی تردید
نہیں فرمائی۔ اس لیے کہ وہ واقعی ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ دوسرا دعوے
یہ تھا کہ حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اس دعوے کی
اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ نہ خدا تعالیٰ کی بیوی ہے اور نہ خدا تعالیٰ
کا بیٹا۔ جب لوگ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے پاس بھی جائیں گے تو آپ معذوری کا اظہار فرمائیں گے۔ اور ارشاد فرمائیں
گے اَتَىٰ عِبَادَتُ مَنْ دُونِ اللَّهِ (میری اللہ کے ورے عبادت کی گئی تھی) لہذا

لے خدا تعالیٰ کی عبادت وہ پہلے اور حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ کی عبادت وہ بعد
میں کرتے رہے جیسا کہ اسی حدیث میں نَعْبُدُ اللَّهَ وَالْمَسِيحَ کے صریح الفاظ وارد ہیں۔ (ابن کثیر ۳)

میں معذور ہوں۔ (ترمذی ۲ ص ۱۳۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عذیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کی عبادت کرنے والے بھی مشرک تھے اور ہیں۔ حالانکہ نہ حضرت عذیر بُت تھے اور نہ حضرت مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

(ب) جب مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں تو حضرت عدی بن حاتمؓ جو پہلے نصرانی تھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضرت ہم نے تو کبھی بھی علماء اور صوفیاء کی عبادت نہیں کی۔ قرآن کریم کیوں ایسا فرماتا ہے؟ آپ نے جواب دیا مولویوں اور پیروں نے جو چیزیں از خود حلال اور حرام کر دی تھیں تم ان کی بات کو حجت نہیں سمجھتے تھے؟

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں حضرت سمجھتے تھے، آپ نے فرمایا: فَذَلِكَ عِبَادَتُهُمْ اِيَّاہُمْ (ترمذی ۲ ص ۱۳۶) تو یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔

چونکہ حلال اور حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے اس لیے اس میں کسی غیر کو (اگرچہ مسیح بن مریم علیہما السلام ہی کیوں نہ ہوں) شریک ٹھہرانا بھی گویا اس کو رب بنانا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کو رب بنانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کو آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہی مانا جائے بلکہ خدا تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں غیر کو شریک ٹھہرانا شرک ہے خواہ اپنی خواہش ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے :-

نہیں ہے دہریت کیا، بندہ حوص و ہوی ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہر یہ تو نے

زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ، تو کیا حاصل
بنایا ہے بُت پندار کو اپنا خدا تو نے

(۳) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ یہود

اور نصاریٰ کو چیلنج کریں کہ اگر صداقت ہے تو آؤ ایک متفقہ اصول پر بات کریں۔
قُلْ يَا هَٰؤُلَاءِ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَوْ
لَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكُ بِهِ
شَيْئًا وَلَا يَخُذُ بَعْضُنَا بَعْضًا
أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا
فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ
(پ ۳، آل عمران، ص ۱۸)

اس آیت سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اگر کوئی غلط کار کسی مکلف کو رب قرار دے تو وہ بھی اسلام سے نکل جائے گا، اور مشرک ہو جائے گا۔ اگر شرک صرف اصنام اور بتوں کی عبادت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے تو بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ کے بجائے اَصْنَامًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ ہونا چاہیے تھا کہ آؤ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ بتوں کی عبادت نہ کریں، اور ان کو رب نہ قرار دیں حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ ایک فرقہ میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرامؓ ہیں، اور دوسرے گروہ میں یہود و نصاریٰ ہیں جن کو اہل کتاب تعبیر کیا گیا ہے اُن میں سے ایک بھی بُت نہ تھا۔ لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ آؤ ہم آپس میں اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ اگر اے اہل کتاب تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

(الف) علامہ ابو بکر ہلیؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں مگر علی بن المنذر بخاری کا راوی نہیں ہے۔ لیکن ہے وہ بھی ثقہ، کہ جب آنحضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تو منافقین نے بڑی خوشی منائی اور حضرات صحابہ کرامؓ پر سرسیمکی طاری ہو گئی (حضرت عمرؓ کا یہ فعل جذبہ محبت سے تھا یا کسی مصلحت سے وهو الحق عندی بہر حال) حضرت عمرؓ تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور فرماتے لگے اے عمرؓ! سوچ تو لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبی! آپ بھی فوت ہونے والے ہیں، اور یہ مخالف بھی مرنے والے ہیں۔ نیز فرماتا ہے ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو دوامی زندگی نہیں بخشی۔ اگر آپ فوت ہو جائیں تو آپ کے مخالف بھی دنیا چھوڑ ہی دیں گے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ منبر پر کھڑے ہوئے تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا:-

ایہا الناس ان کان محمد المرسل
الذی تعبدون فان الہکم
قد مات وان کان الہکم الذی
فی السماء فان الہکم حتی لا یموت
ثم تذا وما محمد الا رسول قد
خلت من قبلہ الرسل (الآیت)
جمع الزوائد ۹ ص ۳۸۵ والبدایہ ۵ ص ۲۴۳

اے لوگو! اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارا
الہ تھے۔ تو بے شک تمہارا الہ فوت ہو
چکا ہے۔ اور اگر تمہارا الہ وہ ہے جو
آسمانوں میں ہے تو بے شک وہ الہ ہمیشہ
ہے گا۔ کبھی نہیں مے گا۔ پھر اپنے آیت
پڑھی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ
تعالیٰ کے رسول ہی تھے الخ

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ مرنا اور ہمیشہ زندہ رہنا صرف الہ کا خاصہ
ہے۔ اس صفت میں اگر کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو بھی خدا کا شریک بنائے تو وہ بھی مشرک ہو جائے گا۔ اور گویا اس نے حضرت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو الہ بھی بنایا۔ اگر مشرک صرف بتوں کو الہ بنانے سے ہوتا
ہے تو حضرت ابو بکرؓ کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ اس مضمون کو تہنیر بیان فرماتے
آپ کو فرمانا چاہیے تھا:- ایہا الناس مشرک یہ ہے کہ بتوں کو خدا کا شریک بنایا

جائے لیکن حضرت ابو بکرؓ کی نظر بصیرت اور دُور رس نگاہ اس کو تاڑ گئی کہ لوگوں
کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور نہ آپ کی وفات
ہوگی۔ اس سے تو وحید پر ضرب کاری لگتی ہے اور خاصہ خداوندی میں آپ کو
شریک کرنا لازم آتا ہے۔ بالفاظ دیگر آپ کو الہ بنانا پڑتا ہے۔ اس لیے بوقت
انہوں نے اس عقیدہ کا قطع قمع کر دیا اور امت کو ایک بڑے فتنہ سے بچایا۔ باقی
وفات کے بعد قبر میں آپ کی زندگی اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کی زندگی اور عند القبر آپ کا صلوٰۃ والسلام کا سُنا اور جواب دینا تو یہ حق اور
ثابت ہے جیسا کہ صحیح احادیث اور اجماع سے ثابت ہے (دیکھئے تہذیب النور
اور تسکین الصدور وغیرہ) لہذا اس حدیث اور اس مضمون کی اور حدیثوں سے یہ
استدلال کرنا کہ آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد قبر مبارک میں آپ کی
حیات ثابت نہیں نہ مغالطہ ہے۔

(ب) ایک شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ قدس
میں حاضر ہوا اور اُس نے کہا مَا شَاءَ اللہ وَشِئْتُ (جو خدا کو منظور ہوگا وہ کرے
گا اور آپ کریں گے) آپ نے فرمایا أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ نِدَافِي رَوَايَةِ عَدَلًا (کیا تو نے
مجھے خدا تعالیٰ کا شریک بنالیا؟) بلکہ یوں کہو یعنی مَا شَاءَ اللہ وَحْدَهُ (جو خدا تعالیٰ
وحده لا شریک لہ کو منظور ہوگا وہی ہو کر ہے گا)۔ (ادب المفرد ص ۱۸۱، امام
بخاری مستدرک احمد ج ۱ ص ۲۱۴، ابن مسیح، مشکل الآثار ص ۹، امام طحاوی و کتاب
الاسماء والصفات امام بیہقی ج ۱ ص ۲۱۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شِئْتُ میں جناب محمد رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو وہ بھی
مشرک ہو جائے گا اور بارشاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کہنے والا گویا
خدا تعالیٰ کا نذر بنا رہا ہے۔ یہ حدیث بھی صاف دلیل ہے کہ دوسرے کسی کو تو

کیا اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی کارخانہ خداوندی میں شریک ٹھہرائے گا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام الانبیاء اور سید المرسلین تھے، بنت نہ تھے۔ (عیاذ باللہ تعالیٰ)

(ج) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ نہ کہا کرو! ماشاء اللہ و شاء محمد بنی ما شاء اللہ وحده اذکما قال۔

کہ جو خدا تعالیٰ چاہے گا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں گے (بلکہ یوں کہیں گے) جو خدا تعالیٰ اکیلا چاہے گا وہی ہوگا۔

د) بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعظیم کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔

لا تقولوا ماشاء اللہ و شاء فلان یہ نہ کہا کرو کہ جو خدا تعالیٰ چاہے گا
ولکن قولوا ماشاء اللہ وحده اور فلاں چاہے گا بلکہ یوں کہا کرو جو خدا تعالیٰ اکیلا چاہے گا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مشیت خداوندی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور کسی دوسری ذات یا ہستی کو بھی شریک ٹھہرائے گا تو بھی کافر اور مشرک ہوگا۔ اور اگر شرک صرف بتوں ہی کی عبادت سے ہوتا یا بتوں کو ہی خدا کے ساتھ شریک کرنے سے ہوتا تو آپ فرمادیتے۔ لوگو! تم بتوں کو اور اصنام کو مشیت ایزدی میں شریک نہ کرو کیونکہ ایسا کہنے سے بتوں کو نیک یا شریک بنانا لازم آتا ہے، اور ایسا کفرناشرک ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ پیغمبروں کا منصب بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: کہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کے سوا لیکن یوں کہے کہ تم

اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اسے: (یہ تمام ترجمہ ہے)۔
آگے ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَوْلِيَاءَ أَيَا تُؤْمَرُونَ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
اور نبی تم کو حکم نہ کرے گا اس بات کا کہ
ٹھہراؤ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب
کیا وہ تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے
کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

(پ، آل عمران، ۶۱)
اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں اور نبیوں کو بھی رب بنانے کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور پیغمبر ایسی تعلیم سکھانے نہیں آیا کرتے کہ فرشتوں کو رب بنالیا جائے۔ اور خدا تعالیٰ کے رسولوں کو رب اور الہ قرار دیا جائے۔
(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب قیامت کے دن تمام کائنات کا میدان

مشرقیں جمع کیا جائے گا تو فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا۔
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ
لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ دُونِهِمْ
تیری ذات تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ ان کے علاوہ، بلکہ وہ توجہات کی پرستش کرتے تھے یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے۔

بہم مؤمنون (پ، سبا، ۵)
عبادت کا معنی مافوق الاسباب پکارنے کے بھی آتا ہے جیسا کہ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔ اگر لوگ بتوں ہی کو پکارا کرتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے تو فرشتوں سے اس باز پرس کا کیا مطلب؟ اور ان سے یہ سوال کیوں ہوگا؟ اور پھر فرشتے جنات کی عبادت کرنے والے، ان کو پکارنے

والے اور انہی پرستش کرنے والے بھی مشرک ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ نہ فرشتے بت ہیں اور نہ ہی جنات، تعویذات پر یا جبرائیل یا میکائیل یا اسرافیل وغیرہ لکھنے والے اور ان کو پکار کر ان سے مدد طلب کرنے والے ان آیات سے عبرت چل کریں چونکہ فرشتوں نے کسی طرح بھی اپنی پرستش کی تعلیم نہیں دی اس لیے وہ صاف انکار کر دیں گے کہ نہ ہمیں معلوم اور نہ ہم نے ایسی تعلیم دی۔ بخلاف جنات کے کہ ان میں اکثر کھڑ اور شرک کے شیدائی ہوتے ہیں اور خصوصاً جنات کا بابا ابلیس تو ہر چیز سے شرک پر زیادہ زور دیتا ہے تاکہ جہنم میں اس کے ہمیشہ رہنے والے ساتھی تیار ہو سکیں۔ اسی لیے وہ مختلف زبانوں میں شرک کی رنگت کو بدل بدل کر پیش کرتا ہے تاکہ شرک پہچانا نہ جاسکے۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھرتے ہیں

اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لادینات

انسانوں کا ایک گروہ جنات سے استعانت کیا کرتا تھا۔ اور جب کبھی وہ کسی پرخطر وادی سے گزرتا تو جنات کے رئیس وادی کی پناہ ڈھونڈتا تھا اور اس کے نام کی نذر و نیاز دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اسی طرح کے جنوں کا ایک گروہ مسلمان ہو گیا اور ان کے عقیدت مند انسانوں کو ان کے اسلام لانے کی اطلاع نہ ہو سکی اور وہ بدستور ان کی پرستش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کو تنبیہ فرمائی۔ (بخاری ۲ ص ۶۸۵ و مستدرک ۲ ص ۳۶۲)

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ دَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ
فَلَا يَمْلِكُونَ كَشَفَ الضُّبِّ عَنْكُمْ
وَلَا تَحْوِيلًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ
يَبْتَغُونَ إِلَٰهَ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ
إِلَيْهِمْ أَقْرَبَ وَيَرْجُونَ رَحْمَةً

کہہ، پکارو جن کو تم سمجھتے ہو اللہ کے نیچے
سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تمہاری
تکلیف اور نہ بدل سکیں وہ لوگ جن کو یہ پکارتے
ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب تک
وسیلہ کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنائے

وَيَخَافُونَ عَذَابَہٗ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا

اور وہ امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی اور
ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے بیشک تیرے
رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

(پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ص ۷)

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ تکلیف دہ کرنے کی امید سے جو عوام الناس غیر اللہ کو پکارتے ہیں تو وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی تکلیف دہ نہیں کر سکتا۔ اور نہ بدل سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نیک بندے خود طاعت اور عبادت کی وجہ سے اس کا تقرب چاہتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ جہنم بت نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالیٰ کی ایک جاندہ مخلوق ہے اور اس مضمون سے معلوم ہوا کہ یہاں جنات کی جس قسم کو پکارا گیا تھا وہ مؤمن اور بڑے نیک تھے، اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتے تھے اور اس کے عذاب سے خائف تھے۔

⑤ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد نازل فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے معبود بھی جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو گے اور دوزخ میں داخل ہو گے۔ اگر تمہارے یہ معبود اللہ ہوتے تو یقیناً دوزخ میں داخل نہ ہوتے تو مشرکین نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ فرشتوں کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے درے عبادت کی جاتی ہے لہذا یہ بھی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (یہ ہے جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم، العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:-

بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی طے ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے وہ نہیں سنیں گے

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا
الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ
لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي

مَا اسْمُهُمْ اَنْفُسُهُمْ خَلِدُوْنَ ۝
(پکا، الانبیاء، ۷۷)

اس کی آہٹ اور وہ اپنے جی کے منزل
میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی فرشتوں کو اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہم السلام کو دوزخ سے دُور رکھا جائے گا۔ (مسند بک ج ۲ ص ۳۸۵۔ قال الحاکم والذہبی صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل لسان مشرک بھی اچھی طرح یہ سمجھتے تھے کہ فرشتوں
حضرت مسیحؑ اور حضرت عزریہؑ جیسی بلند ترین مخلوق کی عبادت بھی شرک کی زد
میں آتی ہے اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ سے وہ تعمیم لے کر اعتراض کرنے
کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ شرک تو صرف بتوں کی پوجا
سے ہوا کرتا ہے۔ ذوی العقول مخلوق کو درمیان میں لانے کا کیا معنی؟ بلکہ اللہ
تعالیٰ نے اپنی جاندار اور ذوی العقول مخلوق میں سے اپنے نیک بندوں کو مستثنیٰ
قرار دیا کہ مخلوق میں سے وہ جہنم سے دُور رہیں گے۔ جنہوں نے نہ شرک کیا نہ لوگوں
کو شرک پر آمادہ کیا اور نہ اس پر راضی ہوئے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اس مضمون
میں اس کی نفی نہیں کی کہ مخلوق کی عبادت نہیں کی گئی بلکہ اس کی نفی کی ہے کہ
خدا کے نیک بندے جن کی لوگوں نے از خود عبادت کی، دوزخ سے دُور رکھے
جائیں گے، بخلاف ان النسا ئوں اور جنوں کے جنہوں نے نذریں اور نیازیں موصول
کیں۔ سجدے کرائے اور معبود بن بیٹھے۔ وہ یقیناً جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ باقی
لفظ ”ہما“ اور حضرات مفسرین کرامؒ کی اعتناء کی قید سے دھوکہ نہ ہو وغیرہ
اس کی تحقیق آہی ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔

⑧ قرآنِ کریم میں اس امر کی پوری تصریح موجود ہے کہ لوگوں نے جنوں کی عبادت کی ہے۔ حالانکہ جن بھی مکلف مخلوق ہے۔ کوئی ان میں مسلمان ہے کوئی کافر اور یقیناً جن بُت نہیں ہیں۔

(الف) بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ
بلکہ وہ جنہوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں

الْحِينَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنُونَ
 سے اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔
 (پ ۲۲، سبا، ع)

(پ ۲۲، سب ۱۶)
(ب) وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ
اور ٹھہراتے ہیں جنوں کو اللہ کا شریک حالانکہ
اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔
(پ ۱، الف ۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کی ہے۔ رہا یہ سوال کہ ان کی کس طور پر عبادت کی تو اس کی تشریح سورہ حج میں یوں آتی ہے:-

وَاتَّهَ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْمُنَافِقِينَ
يَعْتُذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْمُجْرِمِينَ
فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝ (پ ۲۹، جن ۱۷)

اور یہ کہ تھے کتنے مرد منافقوں میں پناہ پکڑنے
تھے کتنے مردوں کی جنموں میں سے، سرورہ
جنات اور سرچڑھنے لگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی عبادت سے مراد ان کی پناہ ڈھونڈنا اور خطرات و نقصانات کے مقابلہ میں ان سے حفاظت اور نیکو فی طلب کرنا ہے اور ان پر ایمان لانے سے مراد ان کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ وہ پناہ دینے اور حفاظت کھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

﴿۹﴾ قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ خدا کے نیک بندوں کو اس کے دے کا ساز
بنانے سے انسان کا فرہو جاتا ہے۔

اب کیا سمجھتے ہیں کافر کہ ٹھہرائیں میرے
بندوں کو میرے دے جمائی۔

(۱۰) قرآن کریم میں منافقین کے فعلِ ریا کی تردید یٰۤاَۤؤْنَ النَّاسُ (کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز وغیرہ ادا کرتے ہیں) اسے کی گئی ہے، اور حدیث میں آتا ہے: اِنَّ الْيَسِيْرَ مِنَ الرِّيَاءِ شُرْكٌ (مستدرک اصحیح) کہ تھوڑا دکھاوا

بھی شرک ہے۔ اور حدیث آتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے نماز کو طول دے گا تو اس کا یہ فعل شرک خفی اور ریا ہوگا۔ (ابن ماجہ ص ۳۲)

اگر شرک صرف بتوں کی عقیدت سے ہی ہوتا ہے تو لوگوں کے دکھاؤ کے لیے جو فعل کیا جائے اس پر شرک کا اطلاق کیسے صحیح ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ شُرک دُونِ شُرک کا معنی ملحوظ رکھنا پڑے گا مگر لفظ شرک کا اطلاق تو اس پر وارد ہے۔

⑪ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو ایک خط لکھوایا جس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

امّا بعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد وادعوکم الی ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۹ بحوالہ یحییٰ)
امابعد، میں تمہیں بندوں کی عبادت کے بجائے خدا تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور بجائے اس کے کہ تم بندوں کو کار ساز سمجھو میں تمہیں اس کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کار ساز سمجھو۔

اگر شرک صرف بت پرستی ہی کا دوسرا نام ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادۃ العباد اور ولایۃ اللہ کے بجائے عبادۃ الاصنام اور عبادۃ الاوتان کیوں نہ فرما دیا؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اہل کتاب کو (جو حضرت مسیح احبار اور رہبان کو ادباً مِّنْ دُونِ اللہ بنا چکے تھے) یہ دعوت دی ہے کہ عباد (بندوں) کی عبادت اور ولایت و کار سازی کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت اور کار سازی کا اعتراف اور اقرار کرو۔

اب جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ شرک تو بتوں کی پرستش یا پکارنے

سے ہی ہوتا ہے، وہ غلط کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں، فرشتوں اور جنوں کی بھی عبادت اور پرستش کرے گا تو وہ بھی یقیناً مشرک ہوگا۔ عبادت اور پرستش کا معنی اپنے محل پر ذکر ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) یہ یاد ہے کہ شرک جیسے قبیح ترین فعل کی وجہ سے خواص تو کیا عوام الناس بھی محذور نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عاقل کو اتنی سمجھ دے رکھی ہے جس سے وہ توحید و شرک کا امتیاز کر سکتا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور کتابوں کا نازل ہونا اس پر مستزاد ہے مگر حیف بر حیف ہے ان لوگوں پر جن کو ان کی جماعت امام اور مجدد کا خطاب دیتی ہے وہ بھی دنیا اور آخرت کی سب مزا دیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ کرتے ہیں چنانچہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خاں صاحب بریلوی مسلم وغیرہ کی حدیث سے (جو خبر واحد ہے اور ان کے نزدیک بھی عقائد کے باب میں اس کو پیش کرنا ہرزہ بانی ہے) اور اس کی شرح میں بعض شرح حدیث کے غیر محصوم اقوال اور مجمل عبارات سے بالکل ایک غلط اور سراسر باطل عقیدہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مزا دیں حضور کے اختیار میں ہیں (السنیۃ الانیفۃ فی فتاویٰ افریقہ ص ۱۱ طبع رضوی پریس بریلی) سوال یہ ہے کہ اگر واقعی دنیا و آخرت کی سب مزا دیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں تو دیگر ہزار ہا ائمہ کو چھوڑیے صرف اس بات کی طرف توجہ کیجئے کہ آپ نے باوجود قلبی خواہش اور سچی آرزو کے اپنے مہربان چچا اور مجازی مربی ابو طالب (جن کا نام عبد مناف تھا) کو دولت ایمان اور ہدایت دے کر اپنی ہی مزا کیوں نہ پوری کر لی؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اور پھر عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کو ساری ممکنہ تدبیریں اختیار کرنے کے باوجود بھی رکھ اس کا جنازہ بھی اٹھایا اس کے بدن پر اپنا تھوک مبارک بھی ملا۔ اپنے جسد اطہر سے کمرۂ نکال کر اس کو بطور کفن بھی

پہنایا اور اس کے لیے مغفرت کی دعا بھی کی (کیوں اُس کو نہ بخش دیا یا کم از کم کیوں نہ بخشوا دیا؟ جب کہ خانصاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کن اور ممکن کے سب اختیار بھی حاصل تھے۔ چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں :-

احمد سے احمد اور احمد سے تجھ کو کن اور سب کن ممکن حاصل ہے یا غوث

(حدائق بخشش ص ۱۱ حصہ دوم)

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ بقول خانصاحب کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کن ممکن کے اختیارات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہو چکے تھے اور پھر آپ کی طرف سے یہ سب اختیارات حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو حاصل تھے اور انہی اختیارات کا یہ نتیجہ ہے کہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ - آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک اُن کے نائب اُن کے وارث اُن کے فرزند اُن کے دلہند غوث الثقلین غوث الکونین جنور پُر نور سیدنا مولانا امام ابو محمد شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ بلفظہ (الامن والعلیٰ ص ۱۲۳ طبع لاہور) خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ جب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت باسعادت ہی نہیں ہوتی تھی اس وقت آفتاب کیسے طلوع ہوتا تھا؟ اور اس بیچارے پر اس وقت کیا گزرتی ہوگی؟ داد دیجئے اس اسلام اور اس توحید کی جس کا نمونہ خان صاحب پیش کر رہے ہیں اعاذنا اللہ تعالیٰ من ہذہ الخلافات الواہیات۔

سچ ہے -

حقیقت خرافات میں کھو گئی

باب ششم

بعض حضرات مفسرین کرام نے مِنْ دُونِ اللہ، غَيْرُ اللہ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ وغیرہ آیات کی تفسیر میں اصنام کی قید لگائی ہے۔ عوام تو کیا بلکہ بعض پڑھے لکھے طبقہ کو بھی اس کا مطلب سمجھنے میں فاحش غلطی ہوئی ہے اس لیے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس غلطی کو بھی دور کر دیا جائے۔

دُنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گذری، جس نے محض لکڑی، پتھر اور اینٹ کی بے جان مورت کو خدایا اللہ بنایا ہو۔ بلکہ بُت، تصویر اور مجسمہ جب بھی بنایا گیا، کسی جاندار مخلوق بلکہ بزرگوں اور پیغمبروں اور نیک بندوں کے نام اور شکل پر ہی بنایا گیا اور بتوں سے وہ کام لیا گیا جو نا اہل لوگوں نے تصویر شیخ سے یا غالی لوگوں نے فوٹو اور تصویر سے لیا کہ ان کے سامنے رکھنے سے ذمی صورت اور صاحب تصویر کا خیال جمنے کی وجہ سے یک جہتی واقع ہوتی ہے اور خیالات پر اگندہ نہیں ہوتے بقول شخصے :-

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار

جب ذرا گھر دل مجھ کا، دیکھ لی

آپ مندرجہ ذیل دلائل کا مطالعہ فرما کر نظریہ قائم کریں کہ بتوں کی حقیقت کیا ہے :-

① قرآن کریم میں جو پانچ الہوں کا ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پوجے جاتے تھے، جن کے نام یہ ہیں: - وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ یہ کون تھے؟ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے نیک اور صالح انسان تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ (صحیح بخاری ۲ ص ۳۲۷)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ پانچوں نام حضرت انیس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے ہیں، بہت نیک لوگ تھے۔ (تفسیر عزیزی اردو پارہ تبارک الذی ص ۹۷ اور تفسیر ابن کثیر ص ۴۲۶) میں بھی اس کے قریب قریب مضمون ہے فرق اتنا ہے کہ اس میں وُد حضرت شیث علیہ السلام کا نام بتایا ہے اور باقی چار ان کے بیٹے اور ایک روایت میں یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام کے (بالواسطہ) بیٹے بتاتے ہیں آخر پوتے در پوتے بھی بیٹے ہی بنتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ قرآن میں بتوں کے ایسے نام جو انسانوں کے نام تھے یہ ہیں: - وُد، سواع، یغوث، یعوق، نسر۔ (تفسیر القان اردو ۲ ص ۳۵۳)

گویا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے یہ پانچ پیر تھے۔ جیسے آج کل بھی عموماً ہر علاقہ میں پانچ پیر ہوتے ہی ہیں۔

یہ بحث بھی فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ یہ پانچوں بزرگ بڑے نیک اور متقی تھے:-

ولہم اتباع یقتدون بہم فلما ماتوا قال اصحابہم الذین یقتدون بہم لوصورتہم کان اشوق لنا الی العبادۃ انا ذکرناہم فضودہم الخ البیایہ والنہایہ

اور ان کے کافی پیروکار تھے جو ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب ان پانچوں کی وفات ہو گئی، تو ان کی پیروی کرنے والوں نے کہا، کہ ہم اگر ان کا تصویر پیش نظر رکھیں تو عبادت میں بڑا ذوق اور شوق حاصل ہوگا تو انہوں نے ان کی تصویریں اور فوٹو بنالیے۔

۵۸ و ابن کثیر ص ۴۲۶

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:-

قال غیر واحد من السلف کان هؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح فلما ماتوا عکفوا علی قبورہم ثم صوروا تماثلہم ثم طال علیہم الامد فعبدوہم راغاثۃ الہفان

اکثر حضرات سلف کا بیان ہے کہ یہ پانچ حضرات حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے جب وہ وفات پا گئے۔ تو لوگوں نے ان کی قبروں پر مجاوری اختیار کر لی، پھر ان کی تصویریں اور محنت بنالیے۔ پھر جب کافی زمانہ گزر گیا، تو ان کی عبادت شروع کر دی۔

۱۸۴۲ و مثله فی البیایہ والنہایہ ص ۱۹

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں سب سے پہلا شرک خدا تعالیٰ کے نیک بندوں اور ان کی قبروں سے شروع کیا گیا، اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ بھی محض تقرب خداوندی اور رضائے الہی کی تحصیل کی غرض سے وہ ایسا کرتے تھے اور یہی کچھ آج بھی ہو رہا ہے اور اس شرک کی ترویج و اشاعت میں بڑے بڑے فرزانے بھی دلیوانے ہوتے چلے جاتے ہیں:-

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کر شہ ساز کئے

② قرآن کریم میں لات ایک بت کا ذکر ہے۔ یہ کون تھا؟ یہ ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستھو گھول گھول کر پلا یا کرتا تھا، جس کے نام پر بت بنایا گیا تھا۔ (بخاری ۲ ص ۴۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مجاہدؒ اور حضرت ربیع بن انسؓ وغیرہ حضرات مفسرین کرامؓ کا بیان ہے کہ لات ایک آدمی کا نام تھا، جو ایام جاہلیت میں حاجیوں کو ستھو گھول گھول کر پلا یا کرتا تھا۔

فلما مات عکفوا علی قبرہ فعبدوہ

جب اس کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے اس کی قبر پر عبادت شروع کر دیا اور اس کی عبادت ہونے لگی

(ابن کثیر ص ۲۵۳)

یہ عبادت کس طرح کی تھی؟ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:-
 وكفّر الله سبحانه مشركي مكة
 بتوبتهم لجل سخطي كان يَلُتُّ
 السويق للحجاج انه نصب منصب
 الاوهية فجعلوا يستعينون به
 عند الشدائد (بدود بانعه ص ۱۲)
 اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی تکفیر کی اس
 لیے کہ انہوں نے ایک سختی انسان کو جو جیلوں
 کو پانی میں ستوا کر پلایا کرتا تھا منصب
 الوہیت دے دیا تھا اور تکالیف میں اس
 سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔

فائدہ: حضرت مفتی سعد اللہ صاحب لکھتے ہیں:-

رجل يَلُتُّ بالسويق بالطائف و
 كانا يعكفون على قبره فجعلوا
 وثنا (كاشف ظلام ص ۱۲)
 کہ لات طائف میں لوگوں کو پانی میں ستوا
 گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس
 کی قبر پر ہجوم شروع کر دیا حتیٰ کہ اس کو بت
 ہی بنا دیا۔

③ جب ۵ھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دستل ہزار
 قدوسیوں کی معیت میں مکہ مکرمہ فتح کیا تو اس وقت کعبۃ اللہ میں تین سو ۳۶۰
 بت نصب تھے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ صودۃ ابراہیم واسماعیل
 فی ایدیہما من الاذلام الخ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام
 کی تصویریں بھی تھیں، جن کے ہاتھوں میں لاٹری کے نیزے دکھائے گئے تھے۔
 (بخاری ج ۲ ص ۶۱۲)

منذ احمد کی روایت میں ہے کہ ان تصویروں اور مجسموں میں ایک حضرت
 مریم کی تصویر بھی تھی (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۰۳)

④ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عزیٰ ایک پری تھی، جن درختوں
 میں اس کا ظہور ہوا تھا، ان کو لوگوں نے متبرک سمجھ کر عبادت گاہ بنا لیا تھا:-

(معجم البلدان ص ۱۶۵)

حافظ ابن کثیرؒ، امام نسائیؒ اور امام بیہقیؒ کی سند سے یہ روایت کرتے
 ہیں کہ جب ۵ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت
 خالدؓ کو عزیٰ کی بیج بکھی کے لیے بھیجا، وہ گئے اور کیکڑ کے تین درخت کاٹ کر ایک
 مکان کو منہدم کر کے چلے آئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: اے خالدؓ! کیا کر آئے؟
 انہوں نے سارا قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا، پھر جاؤ اور جا کر
 عزیٰ کو ختم کر آؤ۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے، تو مجاور یہ کہہ رہے تھے۔ یا عزیٰ،
 یا عزیٰ۔ اتنے میں:-

فاذا امرأة عديانة ناشزة شعرها
 تحتوا القرباب على راسها حتى
 قتلها ثم رجع الى رسول الله صلى
 الله عليه وسلم فاخبره فقال
 تلك العذبة الخ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۵۴)
 ایک عورت نکلی جس کا بدن ننگا تھا۔ جو
 بال لوج رہی تھی اور سر پر خاک ڈال رہی تھی
 حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر
 حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ آپؐ نے فرمایا
 اہل یہ عزیٰ تھی جو قتل کر دی گئی ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عزیٰ ایک پری تھی، جس کی لوگ پوجا
 کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس کی جلتے ظہور کے کیکڑوں کا ذکر تو کیا جاتا ہے
 مگر عزیٰ کا نہیں ہونا اور شرک کی حقیقت کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

⑤ منات بھی انسان کا نام تھا۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن میں بتوں کے
 ایسے نام جو کہ انسانوں کے تھے، یہ ہیں، لات ومنات وغیرہ۔

یہ قریش کے بتوں کے نام ہیں۔ (تفسیر القان ۲ ص ۲۵۳ اردو)

⑥ قرآن کریم میں جو بتوں کا ذکر آتا ہے، علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں بعل ایک
 عورت کا نام ہے جس کی بہت لوگ عبادت کرتے تھے۔ (تفسیر القان

اردو ج ۲ ص ۲۵۴ و شملہ فی ابن کثیر ص ۲)

⑤ اہل عرب میں دو مشہور بُت تھے، اساف اور نائلہ، اور یہ بھی امام نوویؒ وغیرہ کی تصریح سے دو انسان تھے۔ مَرُور زمانہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کی عبادت اور پستش شروع کر دی تھی۔ (نووی شرح مسلم ص ۴۱۲)

حضرت ابن ابزیؒ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو ادھیڑ عمر کی ایک حبشی نما بڑھیا واویلا کرتی ہوئی اور اپنے رخساروں کو نوچتی ہوئی جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا:-

تلك نائلة آيئت ان تعب
بہ نائلہ یہ اس سے ناامید ہو چکی ہے
کہ تمہارے اس شہر میں کسی بھی وقت
بیلہ کہہ ہذا ابدًا۔

(البدایہ والنہایہ ص ۳۰۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ نائلہ بھی غزنی کی طرح کوئی مؤنث جن اور پری تھی جس کی مشرکین پستش اور پوجا کرتے تھے۔

⑧ عرب کا ایک مشہور بُت تھا، جس کا نام ہبل تھا۔ یہ ایک بُت اور مجسمہ تھا جو ہبل کے نام پر لوگوں نے بنا رکھا تھا۔ (فیض الباری ص ۹۶)

چونکہ قایل نے اپنے بھائی ہابل کو اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے شہید کر دیا تھا۔ اس لیے اس شہید مظلوم سے عرب کے مشرک مصیبت اور تکلیف کے وقت اور خاص طور پر جنگ کے موقع پر (جیسا کہ حضرت البوسفیانؒ نے بحالت کفر جنگ احد میں اعلٰی ہبل کا نعرہ بلند کیا تھا۔ بخاری ص ۵۹۹) استعانت اور استمداد کیا کرتے تھے۔ اور ان کا ایک عظیم الشان مجسمہ تیار کر کے یادگار کے طور پر کعبہ کے اندر نصب کر رکھا تھا۔

مشہور مورخ علامہ ہشام کتاب الاصلام میں لکھتے ہیں۔

اعظمہم عندہم ہبل علی
صورة الانسان مكسورة اليد
ان سب من ان کے خیال میں بڑا ہبل تھا،
جو انسانی صورت کا ایک مجسمہ تھا جس

الیمنی (بحوالہ اغاثۃ اللہفان ج ۲ ص ۲۱۵) کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔

کیا بعید ہے کہ قایل نے سب سے پہلے ان کا دایاں ہاتھ ہی توڑ یا کاٹ دیا ہو تاکہ ان میں مقابلہ اور مزاحمت کی طاقت ہی نہ رہے۔ مگر وہ تو بیکہ عفو و کرم تھے۔

حال میں اپنے مست ہوں، غیر کا ہوش ہی نہیں

رہتا ہوں میں جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

⑨ ابہرہ نے صنعاء۔ یمن میں کعبہ کے مقابلہ میں جو گمہ جات تعمیر کرایا تھا۔ اس میں اس نے عرب کے مشہور مذہبی اور سیاسی راہنما کعب اور اس کی بیوی کا مجسمہ

نصب کرایا تھا۔ (حاشیہ اغاثۃ اللہفان ج ۲ ص ۲۲۰)

⑩ حضرت عثمانؓ ہندی کا بیان ہے کہ ہمارا ایک صنم تھا جو عورت کی صورت

پر حست سے تیار کیا گیا تھا۔ (حاشیہ اغاثۃ مذکورہ ص ۲۲۱)

⑪ حضرت البوسفیانؒ سے روایت ہے کہ ان کو ایک ایسے گرجے اور عبادت خانے میں جانے کا موقع ملا جس میں جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت

البرکۃؒ کی تصویریں اور فوٹو آویزاں تھے۔ (مجمع البحار ج ۲ ص ۱۹۹) بخو فی ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۳) لیکن اس میں روایت حضرت حمیر بن مطعم سے ہے۔

بہت ممکن ہے کہ اہل کتاب نے حضور کا علیہ مبارک محفوظ رکھنے کا یہ طریقہ اختیار

کیا ہو اور روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی

۷۴۲ھ) نے امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ کی سند سے (جس کی اسنادہ لایأس بہ کہ

کر امنوں نے تصحیح بھی لی ہے) حضرت ہشام بن العاص الامویؒ سے ایک

طویل روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے دمشق میں شاہی تحویل میں پادریوں کے

پاس حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت

ہارونؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ،

حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ

علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تصویریں اور فوٹو دیکھے تھے جب کہ وہ سفیر اور قاصد بن کر تشریف لے گئے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۱ مصلہ)

(۱۲) ہندوؤں کے ہاں برہما کا مجسمہ مشہور ہے۔ یہ کون تھے؟ علامہ عبد الکریم حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے ہاں برہما وہی ہیں جن کو اہل کتاب ابراہیم اور مسلمان ابراہیم علیہ السلام سے تعبیر کرتے ہیں اور قرآن کریم کی اس آیت سے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! میں تجھے تمام انسانوں کے لیے پیشوا بنانے والا ہوں) اس کی تائید ہوتی ہے (حاشیہ برطان ص ۲۲ بابت اپریل ۱۹۵۲ء)

اسی طرح بدھ، کرشن اور رام چندر، سیتا وغیرہ کے مجسمے تصویریں اور فوٹو بھی دراصل انسانوں کی عظمت اور ان کی شہرت کی یاد گاریں ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک من کی لکڑی یا پتھر، حاجت روا اور موجود نہ ہو سکے لیکن جب اس کو چھیل یا تراش کر دس سپر کر دیا جائے تو وہ سب کچھ کر سکے؟

بات یہ ہے کہ بن گھڑے پتھر اور لکڑی میں اس سہتی کی سی آنکھیں ناک اور کان وغیرہ نہیں ہوتے مگر جب صنم اس کی شکل پر بن گیا تو صاحب مجسمہ کے نام پر وہ قبلہ توجہ ہو گیا لیکن اصل عقیدت اور محبت لکڑی اور پتھر سے نہیں بلکہ محبوب انسان وغیرہ سے ہے۔

(۱۳) حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے ملک حبشہ میں ایک گرجا دیکھا تھا جس میں کچھ فوٹو اور تصویریں تھیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں میں جب کوئی نیک اور صالح آدمی مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد اور تکیہ بناتے تھے، اور اس کا فوٹو اور تصویر بنا کر نصب کر دیتے تھے۔ وہ بدترین مخلوق میں۔ (صحیح بخاری ص ۶۱)

حضرات! آپ جہاں تک بھی سراغ نکالیں گے۔ آپ کو یہی ہے

گا کہ بتوں کی اصل، صاحب بُت، اور تصویروں کی اصل، صاحب تصاویر تھے۔ آج بھی مذہبی اور سیاسی راہنماؤں کے سینکڑوں بُت اور مجسمے بنظر عقیدت لوگ نصب کرتے ہیں۔ عقیدت مجسموں سے نہیں ہوتی بلکہ صاحب مجسمہ سے ہوتی ہے۔ آپ ہندوؤں اور دیگر بُت پرست قوموں سے پوچھ دیکھیں ان میں ارباب فہم والصفات صاف بتاتے ہیں کہ اسی نظریہ سے انہوں نے اپنے مذہبی اور سیاسی بزرگوں کے نام پر بُت بنائے ہیں، جیسے پتیل، چاندی، لکڑی، اینٹ اور پتھر کے بے جان مجسموں سے انہیں کوئی لگاؤ اور محبت نہیں۔ ان سے جو تعلق بھی ہے، وہ بزرگوں کی عقیدت کی وجہ سے شیطان کے لیے یہ تواضع مشکل تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے والوں کو بتوں کی پرستش کراتا۔ کیونکہ اس محاذ پر وہ ایسی شکست کھا چکا تھا کہ اس کا دوبارہ سر اٹھانا تقریباً محال تھا۔ اس لیے اس نے پتیرا بدلا، اور بزرگوں کے بتوں اور مجسموں کے بجائے قبروں سے وہی عقیدت رکھنی شروع کرادی جو پہلے بتوں اور مجسموں سے وہ بارہا کراچکے۔

اسی واسطے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زور دار الفاظ میں اُمت کو متنبہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو در و دربار کی وجہ سے بار بار آپؐ چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر ارشاد فرماتے رہے، خدا کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ یہ اس لیے فرماتے تاکہ آپؐ کی اُمت آگاہ ہو جائے اور کہیں ایسا نہ کرنے لگے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے کیا تھا۔ (بخاری ص ۶۲ مسلم ص ۲۱) بلکہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: قُبُورُ اَنْبِیَاءِہُمْ وَصَالِحِہُمْ مَّا لَعْنَتْہُمْ یَہُودُ وَاَنْصَارُہُمْ پر جنہوں نے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے:-

اللہم لا تجعل قبری وثنایعبدا
اشتد غضب اللہ علی قوم اتحدوا
قبور انبیاءہم مساجد و شکوة
قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔
ص ۲ رواہ مالک مرسل

جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا تھا
افسوس! آج اکثریت کے ساتھ کلمہ گو اس خرابی میں مبتلا ہی نہیں بلکہ اس کو شرعی
لباس اور غلاف پہنایا جاتا ہے۔ فوالسنا

اکٹوں کو دامخ کہ پر سد ز باغباں
ببل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

دنیا کا کوئی عقلمند انسان اس کو باور نہیں کر سکتا کہ کسی باہوش آدمی نے کبھی
محض اینٹ اور پتھر وغیرہ کی عبادت کی ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا، پیغمبروں، بزرگوں
جنوں اور دیگر باعزت اور ذی رتبہ مخلوق کے نام پر ہی ہوا۔ کسی کا مجسمہ قبلہ توجہ
سمجھا گیا، تو کسی کا نوٹا اسی کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ کو متبرک سمجھ کر اس کی پرستش
کی گئی تو کسی کی قبر کو قاضی الحاحات سمجھا گیا۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ البورجاء عطاروی
کی روایت سے (جو بخاری ج ۲ ص ۶۲۸ وغیرہ میں ہے) یہ ثابت ہوتا ہے
کہ لوگ محض اچھے سے اچھے پتھروں کی پوجا پاٹ اور طواف بھی کیا کرتے تھے اور
جب پہلے سے عمدہ پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک دیتے تھے، حالانکہ وہ پتھر
بن گھڑے ہوتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن قیمؒ

لے حضرت عطاء بن یسارؒ نے بسند صحیح یہ روایت حضرت ابوسعید بن الخدریؒ سے مرفوعاً
بیان کی ہے۔ اور اس معنوں کی مرفوع روایت حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔

(زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۵۱ و تنویر الحوالہ ج ۱ ص ۱۲۳)

لکھتے ہیں کہ اہل مکہ جب در دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے:-

حمل معہ حجاب من حجارة الحرم
تعظیماً للحرم فیت ما نزلوا وضعوه
فطا فوابہ کطوا فہم یالیت حباً
للینت و صباۃ بہ۔
دالبداۃ والنہایہ ج ۲ ص ۱۸۸ واغاثۃ
اللفغان ج ۲ ص ۲۱)

زمانہ گزرنے کے بعد بلا شک لوگوں نے افراط و تفریط سے کام لیا ہو گا۔
لیکن دراصل پتھروں کی تعظیم اور طواف بھی اگر کیا جاتا تھا تو اس لیے کہ تعظیم بیت اللہ
اور حرم شریف کی عقیدت اور عزت کا پہلو اس سے نمایاں ہوتا ہے اور
بیت اللہ اور حرم کی تعظیم جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کے
خلوص کی یادگار ہے۔ خود صد تکیم کی مستحق ہے کسی نے پتھر کو محض پتھر سمجھ کر الودہیت
کا درجہ کبھی نہیں دیا۔ دیکھئے، ویسے تو عرب میں ہزاروں، بلکہ لاکھوں درخت
موجود تھے۔ مگر نہ تو کسی کی عقیدت ان سے وابستہ ہوتی اور نہ حضرت عمرؓ کی
دورس نگاہ اور عینی تدبیر نے ان کو کٹوانے کا حکم دیا۔ انہوں نے کٹوایا بھی تو صرف
وہ درخت جس کے نیچے امام الدنیا والآخرة، سید الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر تقریباً پندرہ سو حضرات
صحابہ کرام رضی عنہم بیعت کی تھی۔ (دیکھئے ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۸۸ واغاثۃ اللفغان
ج ۱ ص ۲۰۹) کیونکہ شرک کی ابتداء ہی بزرگوں، اولیاء اللہ کی قبروں، ان کی عبادت گاہوں
اور شمس و برخاست کی جگہوں سے ہوتی ہے۔

یہی ہے! اب آپ صنم اور وثن کا معنی بھی سن لیں:- امام ابن جریرؒ
(المتوفی ۳۴۰ھ) اور علامہ خازن (المتوفی ۷۲۴ھ) لکھتے ہیں:-

والاصنام جمع صنم وهو التمثال
الذی یخضع من خشب أو حجارة
او حديد او ذهب أو فضة على
صورة الانسان وهو الوثن ايضا
اصنام صنم کی جمع ہے۔ اور وہ الیہ مجسمہ
ہے جو لکڑی، پتھر، لوہے، سونے اور چاندی
وغیرہ کا انسان کی صورت پر بنایا جائے
اور یہی وثن کی تعریف ہے۔

(تفسیر ابن جریر ص ۵۹ و خازن ج ۲ ص ۱۲۲)

اور رئیس المحققین شمس المحدثین و امام المتکلمین سید شریف جرجانی الحنفی
المتوفی ۸۱۶ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ:-

فانهم لا يقولون لوجود المهي
واجبي الوجود ولا يصفون الوثن
بصفات الالهية وان اطلقوا
عليها اسم الالهة بل اتخذوها
على انها تماثيل الانبياء والاعمال
او المثلثة او الكواكب واشتغلوا
بتعظيمها على وجه العبادة توصلا
بها الى ما هو الاله حقيقة
(لفظ شرح مواقف ص ۵۸ طبع نوکشترا)

حضرت امام فخر الدین الرازی (المتوفی ۶۰۶ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

انهم وضعوا هذه الاصنام والى ثما
على صور انبياءهم واکابهم و
زعموا انهم متى اشتغلوا بالعبادة
هذه التماثيل فان اولئك الالكابر
تكون شفعا لهم عند الله تعالى
ان مشرکوں نے یہ اصنام اور اوثان اپنے پیغمبروں
اور بزرگوں کی صورتوں پر بنائے تھے اور
انہوں نے یہ خیال کیا تھا کہ جب وہ انکی
مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں
تو یہ اکابر اور بزرگ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ

ولظيده في هذا الزمان اشتغال
كثير من الخلق بتعظيم قبور الالكابر
على اعتقاد انهم اذا عظموا فبهم
فانهم يكونون شفعا
الله تعالى۔

تفسیر کبیر

والمشركون

تدبير الامور العظام وفيما ابرم و
جزم ولم يترك لنديم خيرة و
لم يوافقهم في سائر الامور
ذهبوا الى ان الصالحين من قبلهم
عبدوا الله وتقبلوا اليه فاعطاهم
الله الالهية فاستحقوا العبادة
الى ان قال وقالوا هؤلاء يسمعون

ويصرون ويشفعون لعبادهم و
يدبرون امورهم وينصرون لهم ففتوا
على اسمائهم اجمارا وجعلوها
قبلة عند توجههم الى هؤلاء
الخ۔

رحمة اللہ البالغہ ج ۱ طبع مصر ص ۵۹

کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور اس کی
تظہیر اس زمانہ میں یہ ہے کہ بہت لوگ
بزرگوں کی قبروں کی اس اعتقاد کے
تحت تعظیم کرتے ہیں کہ اس طریقہ سے
وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش
کرتے ہیں۔

مباحث (المتوفی ۱۱۶۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

مشرکین کا مشیما اول کے ساتھ اس امر پر
اتفاق رہا ہے کہ بڑے بڑے کاموں کی تدبیر
توصرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور ایسے ہی
وہ کام بھی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے
پختہ فیصلہ کر دیا ہے اُس نے اور کسی کو
ان میں اختیار نہیں دیا لیکن تمام امور میں
مشرک قومیں مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں
رہیں ان کا مذہب یہ رہا ہے کہ ان سے پہلے
جو نیک بندے گزرے ہیں انہوں نے اللہ
تعالیٰ کی بندگی کی ہے اور اس کا تقرب حاصل
کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو الوہیت
اور حاجت روائی کا عہدہ دے دیا ہے سو وہ
مخلوق کی طرف عبادت کے مستحق ہونگے۔
(اگے چل کر فرمایا) اور مشرکین نے کہا کہ وہ صالحین
اب بھی سنتے اور دیکھتے ہیں، اور اپنی عبادت

کرنے والوں کی سفارش کرتے ہیں اور ان کے کاموں کی تدبیر اور ان کی نصرت کرتے ہیں، پھر ان صالحین کے ناموں پر انہوں نے پتھروں کے بُت بنائے اور صالحین کی طرف توجہ کرتے وقت ان کے بتوں کو قبضہ توجہ بنایا۔

حضرت حکیم الامتؒ کی یہ عبارت جناب پیر مر علی شاہ صاحب گورڈی نے بھی اپنی کتاب اعلام کلمۃ اللہ ص ۱۲۴ میں نقل کر کے اس سے استدلال و احتجاج کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ ایک مقام پر مشرکین کے بعض فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :-

انہم عمد والی اصنام اتخنوها
علی صور الملائكة المقربین اھ
انہوں نے ملائکہ مقربین کی صورتوں پر
بُت بنائے تھے اور پھر ان کی عبادت
(تفسیر ج ۲ ص ۴۵) کرتے ہیں۔

اس سیر حاصل بحث کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہہ کر اپنے نفس کو دھوکا دے لے کہ شرک تو صرف وثن پرستی، صنم پرستی اور بُت پرستی کا نام ہے۔ اور کلمہ پڑھنے والا کوئی بھی پتھروں، درختوں اور اینٹوں سے

یہ محض ایک مفروض ہی نہیں بلکہ فریق مخالف کے متعدد علماء یہ لکھتے ہیں۔ بغرض اختصار ایک ہی حوالہ ملاحظہ ہو یعنی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :- کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں پھر وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں یہ روح بالکل نہیں۔ (انتهی بلفظ جاء الحق ص ۱۱) سبحان اللہ! جب مفتی قوم کا یہ حال ہو تو دوسروں کی اصلاح کیسے اور کہاں سے؟
خضر کینز کو بتائے کیا بتائے اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

یا تصویروں اور فوٹوؤں سے عقیدت نہیں رکھتا تو وہ ایک کھلے ہوئے مغالطہ کا شکار ہے۔ اس کو اپنا علاج کر لینا چاہیے بشرطیکہ اسے تاہد ایزدی نصیب گھر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی سے تو ملیں

اسی کے پاس ہے مفتوح اس خزانے کی

مگر صد افسوس کہ آج کلمہ گو مسلمانوں نے شرک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اللہ تعالیٰ کی صفات محضہ مثلاً عالم الغیب۔ حاضر و ناظر، مختار کل۔ نافع و ضار۔ رازق۔ پناہ دہندہ، فیاض مشکل کشا۔ حاجت روا اور دافع البلاء والوہاب ہونا وغیرہ وغیرہ اللہ اور علی الخصوص حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے نہ صرف یہ کہ ثابت کرتے ہیں بلکہ اپنی اس کاروائی پر پُرصر بھی ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور اس پر صرف کرتے ہیں بلکہ معاذ اللہ تعالیٰ خدا اور رسول کو۔ رسول اور پیر کو حتیٰ کہ خدا اور پیر کو گڈ ٹڈ کرنے پر اُدھار کھلتے بیٹھے ہیں ہم اس جماعت کے ایک سرکردہ بزرگ خواجہ محمد یار صاحب (المتوفی ۱۳۶۶ھ) کے دیوان محمدی الموسوم بہ انوار فرید کے چند اشعار پیش کرتے ہیں غور فرمائیں۔ خدا اور رسول گڈ ٹڈ ہیں معاذ اللہ تعالیٰ یکے بینم خدا و مصطفیٰ را فاش میگویم کہ بیروں رفتہ ام را قلیم فرق و امتیاز این جا (ص ۶۹ حصہ فارسی)

خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے
(ص ۱۱ حصہ اردو)

محمد مصطفیٰ عشر میں طلہ بن کے نکلیں گے
حقیت جن کی مشکل تھی تبا شا بن کے نکلیں گے
خدا کے عرش پر اپنی انا للہ بن کے نکلیں گے
بجالتے تھے جو اتنی غیبت کی بنسری ہر دم
(ص ۱۳)

احمد احمد میں فرق نہیں لے محمد
عشاق یار رکھتے ہیں ایمان سے نہ (ص ۱۴)
پھر تو سمجھو کہ مسلمان ہے دعا باز نہیں (ص ۱۵)
گر محمد نے محمد کو خدا مان لیا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

- ۱۔ محمدی صورت ہے صورت خدا دی ^{صلی اللہ علیہ وسلم}
- ۲۔ احمد نال احمد لاکھوں نہ ڈیکھاں
- ۳۔ محمد محمد پکیندیں گز گئی
- ۴۔ میں اپنی حیاتی توں قسریاں بھیاں
- ۵۔ احمد احمد کوں ڈوں نہ کر
- رسول اور پیر گڈ میں (معاذ اللہ تعالیٰ)
- ۶۔ برائے چہم دینا از مدینہ بر سر ملتان
- ۷۔ بیاد کوٹ مٹھن تارن خیر الوری بیٹی
- خدا اور پیر گڈ میں (معاذ اللہ تعالیٰ)
- ۸۔ صورت رحمان ہے تصویر پیر کی
- ۹۔ کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
- ۱۰۔ تخت فرید تخت ہے رب فرید کا
- ۱۱۔ منستے ہیں دیکھتے ہیں سیمع و بصیر میں
- ۱۲۔ ابعد بعید سب کہیں یا ایہا القرید
- ۱۳۔ فرید باصفا ہستی۔ محمد مصطفیٰ ہستی
- ۱۴۔ خدا کو ہم نے دیکھا اسد مٹھن کی گلیوں میں
- ۱۵۔ فرید پاک کی صورت میں ہے صورت کا جلوہ
- آخر میں اس غالی کا ایک اور شعر سنئے اور دیکھئے اس خود ساختہ عشق کی۔
- ۱۶۔ بندگی سے آپ کی ہم کو خداوندی ملی ہے خداوند جہاں بندہ رسول اللہ کا (ص ۸۵)
- معاذ اللہ یہ سب کچھ کہ کہ بھی یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے پیشوا بنے ہوئے ہیں اور اہل حق ان کے نزدیک گستاخ ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے ان کے باطل نظریات سے اور اہل حق کا ساتھ نصیب فرمائے آمین ع۔ پیوستہ درخت سے امید بہار رکھ۔

باب ہفتم

اسی بات تو ہر کلمہ گو جانتا ہے کہ عرب کے جن لوگوں کی طرف براہ راست اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔ وہ مشرک تھے۔ لیکن سوال یہ ہوگا کہ شرک کی کیا چیز ان میں موجود تھی جس کی بنا پر وہ مشرک قرار دیئے گئے۔ اگر آپ ذیل کی آیات کو پڑھیں گے تو آپ کو حقیقت حال سے کچھ آگاہی ہو جائے گی :-

۱۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ
لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَلْفَيْتُمْ أَنَّهُمْ كَذِبُونَ
(پ ۲۵، زخرف، ج ۱)

اور اگر آپ ان (مشرکوں) سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو البتہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ (اور عرب) نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ہی قائل تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً اپنا خالق مانتے تھے۔

۲۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ
(پ ۲۶، زہر، ج ۱)

اگر آپ ان (مشرکوں) سے پوچھیں کہ کس نے بنائے آسمان اور زمین، تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے، اور ان کو اس میں کسی قسم کا کوئی تردد نہ تھا۔

۳) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ه (پاک سورتہ عنکبوت - ۳۰)

اور اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کس نے بنائے ہیں آسمان اور زمین اور کس نے کام میں لگایا ہے سورج اور چاند؟ تو ضرور کہیں گے خدا تعالیٰ نے پھر کہا اٹھ جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب خدا تعالیٰ کو زمینوں اور آسمانوں کا خالق ماننے کے ساتھ سورج اور چاند کا پیدا کرنے والا اور ان کو مخصوص اور متعین رفتار پر لگانے والا بھی اسی کو سمجھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔

۴) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ شَدَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ مِنْهُ لَظْفًا مِمَّنْ يَعْبُدُونَهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ه (پاک سورتہ عنکبوت - ۳۱)

اور اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی، پھر زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد تو ضرور کہیں گے، اللہ نے، تو کہ سب خوبی اللہ تعالیٰ کہتے۔ پر بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مشرکین عرب آسمان سے مینہ برسانے والا اور اس کے ذریعہ سے خشک اور مردہ زمین کو سرسبز اور شاداب کرنے والا بھی خدا تعالیٰ ہی کو مانتے تھے۔

۵) قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ قُمْحًا مِنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، أَمْ يَكُونُ مَا لَكُم مِّنْ أَعْيُنٍ أَوْ أَعْيُنُكُمْ أَوْ أَعْيُنُكُمْ أَوْ أَعْيُنُكُمْ أَوْ أَعْيُنُكُمْ

تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں

لے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مشرکین عرب کو اس امر کا اعتراف تھا کہ تمام کائنات کے پیدا کرنے اور سب بڑے کاموں کی تدبیر کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور وہ اس میں منفرد ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۶۲) اور یہ لکھتے ہیں کہ عرش اور آسمانوں زمینوں اور تمام جواہر کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ ہی منفرد ہے عرب کے مشرک، یہودی اور نصاریٰ اسے مقرر تھے۔ (ایضاً ج ۱ ص ۵۹)

وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَيُخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ه (پاک سورتہ عنکبوت - ۳۲)

کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی؟ تو وہ بول اٹھیں گے کہ اللہ تو، تو کہ پھر ڈرتے نہیں ہو، سو یہ اللہ ہے، رب تمہارا سچا، پھر کیا رہ گیا سچ کے پیچھے مگر تمہاری سوکھاں سے لوٹے جاتے ہو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ آسمان سے جو بارش نازل ہوتی ہے، اور سورج کی حرارت سے جو زمین کے مول پر پہنچ کر اناج پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان کو بحیرہ الحول طریقہ سے کان اور آنکھیں ملی ہیں، اور زندہ انسان سے جو نطفہ پیدا ہوتا ہے، مادہ جانور سے جو انڈا پیدا ہوتا ہے، عالم سے جاہل اور بنی سے کافر پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جو نطفہ سے انسان اور انڈے سے جانور اور جاہل سے عالم، اور کافر سے بنی پیدا ہوتا ہے، بلکہ تمام جہان میں جو کام بنتے اور بگڑتے ہیں۔ اور ذرہ ذرہ میں جو انقلابات پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا میں بیماری، تندرستی، صحت اور غنی، اعزّت اور ذلت، بادشاہی اور گدائی، تخت یا تختہ، غرضیکہ جو کچھ بھی کسی کو ملتا ہے یا اس سے سلب ہوتا ہے۔ تو یہ سارے کام خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے اور وہی مدبر امر ہے۔ مگر ایسا یقین رکھنے کے باوجود وہ مشرک تھے۔

۶) قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ه سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ه قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

تو کہ کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ اب کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے، تو کہ، کہ پھر تم سوچتے نہیں۔ تو کہ کون مالک ہے ساتوں آسمانوں

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ
 قُلْ مَنْ مَّبِيدُ مَمْلُوتٍ كُلِّ شَيْءٍ
 وَمُوجِبِئٍ وَلَا يُجَاوِزُ عَلَيْهِ طَانُ كُنْتُ
 تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ
 فَاَنَّا تَسْحَرُونَ
 (پ، مومنون، ۷۱)

ان آیات سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مشرکین عرب زمینوں کا، ان پر بسنے والی تمام مخلوق کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کہتے تھے بلکہ سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک بھی صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ ساری چیزوں کا اختیار رکھنے والا بھی وہ محض اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو مانتے تھے، اور مصائب سے بچانے والا اور ایسی تکالیف میں مبتلا کرنے والا کہ ان سے کوئی بھی کسی کو نہ بچا سکے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کرتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیوں مشرک تھے؟ کیا خرابی تھی ان میں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں نے ان کو مشرک کہا؟ ان کے شرک کی وجہ سبب اور علت کیا تھی؟ سو یہ بات اچھی طرح سے قابل غور ہے۔
 قارئین کرام! مشرکین عرب کے شرک کی وجہ ضرور تلاش کرنا ہوگی کہ وہ کیوں اور کس وجہ سے مشرک ہوئے۔ ان کے شرک کی اصل وجہ تو باب دہم میں بیان ہوگی مگر اس سے قبل اس مسئلہ کو واضح اور اقرب الی الذہن کرنے کیلئے چند اہم اور ضروری امور عرض کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں جو باب ہشتم اور نہم میں پیش کئے جاتے ہیں۔

باب ہشتم

بعض لوگ مشرکین عرب کے جزوی نقائص اور عیوب بیان کر کے ان کو ان کے شرک کے لیے کافی دلیل سمجھ لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ واقعی دوسری اقوام کی طرح ان (مشرکین عرب) کو بھی انسانی کمزوریوں سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن یہ خرابیاں ان کے شرک کا سبب اور علت نہیں ہو سکتیں۔ دوسری طرف ان میں ایسی خوبیاں بھی موجود تھیں جن کی نہ یہ کہ صرف اسلام نے اجازت ہی دی ہے بلکہ ان کی تحسین بھی کی ہے۔ اختصاراً ان کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ آپ کے لیے حقیقی اور اصلی شرک کی تہ تک پہنچنا آسان ہو جائے۔
 اس سے پہلے مشرکین کا حاجیوں کو پانی پلانا مسجد حرام تعمیر کرنا، حج کرنا، غلام آزاد کرنا اور روزہ رکھنا وغیرہ مذکور ہو چکا ہے۔

یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ تمام مشرک باقاعدہ جماعتی رنگ میں مشرکین اور نماز | نماز پڑھا کرتے تھے لیکن قرآن کریم، احادیث اور تاریخ عرب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشرکین میں نماز کا تصور موجود تھا اور وہ پڑھتے بھی تھے :-

① اللہ تعالیٰ نے سورۃ ماعون میں ارشاد فرمایا ہے :-

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ

بھیر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے

عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (پ، معون) بے خبر ہیں۔

اگر یہ صورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہوتی، تو یہ سمجھا جاتا کہ منافقوں کی تردید کی گئی ہے۔ لیکن اس سورۃ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے اور مکہ مکرمہ میں یا خالص مسلمان تھے یا خالص کافر اور مشرک، وہاں منافق موجود ہی نہ تھے اور خالص مسلمانوں (خصوصاً سابقین اولین) کی نماز تو ایسی نہ تھی جس کی اللہ تعالیٰ وکیل کے جملہ سے تردید فرماتا۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مشرکین مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو کبھی رنگ میں نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انکی نماز میں غفلت کی تردید بیان کی ہے۔

(۲) حضرت ابوذرؓ ایام جاہلیت میں یعنی اسلام لانے سے قبل نماز پڑھا کرتے تھے (مسلم ۲ ص ۲۹۶ و مستدرک ۳ ص ۲۴۱) بلکہ مسلم میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھتے تھے اور اللہ محض خدا تعالیٰ کے لیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا۔ اے ابوذرؓ! جاہلیت کے زمانہ میں تم کچھ عبادت بھی کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں کمر کٹی دھوپ میں کھڑا ہو کر (فلا ازال مصلیا حتی یوذیخی حدھا فآخذ) نماز پڑھا کرتا تھا حتیٰ کہ مجھے دھوپ تکلیف دیتی تھی اور میں گر جاتا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کس طرف منہ کرتے تھے؟

حضرت ابوذرؓ نے کہا ”جدھر خدا تعالیٰ پھیر دیتا تھا پھر جاتا تھا۔ (حتیٰ ادخل اللہ علی الاسلام) (مستدرک ۳ ص ۲۴۱) وقال الذہبی اسنادہ صالح) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔“

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوذرؓ زمانہ جاہلیت میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پھر محض اللہ تعالیٰ کے لیے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم طلوع آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو کیونکہ ہی ساعۃ صلوۃ الکفار (وہ کافروں کی نماز کا

وقت ہے (نسائی ج ۱ ص ۶۶)

علامہ ابن اثیرؒ (کامل ج ۲ ص ۲۱ میں) لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ پاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ (سیرت النبیؐ شبلی ج ۱ ص ۱۹)

(۴) ایک جاہلی شاعر بن العود کہتا ہے کہ

وَأَذْرَكَ أَحْجَانًا مِنَ اللَّيْلِ بَعْدَ مَا

اقام الصلوة العناب المقتنم (سان العرب)

(سوار یوں نے رات کے آخری حصہ کو پایا جب کہ عابد ویندار اپنی نماز ادا کر چکا) اس شعر سے بھی معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں نماز کا تصور موجود تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ دکان فیہ الصلوۃ

کہ مشرکین عرب میں نماز کا دستور موجود تھا۔ (حیۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲)

اہل جاہلیت جانوروں اور زمین کی پیداوار میں **زکوٰۃ اور مشرکین عرب** زکوٰۃ کے بھی قائل تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے کہ

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ

وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ

يَذَرُهُمْ وَهَذَا لِلشُّدَّكَائِ ج

ہیں، یہ اللہ کا حصہ ہے، اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

(پ، انعام، ۱۳۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل جاہلیت زمین کی پیداوار اور جانوروں سے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک حصہ مقرر کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ غیروں کے لیے بھی وہ حصہ مقرر کرتے تھے۔ لیکن بزعم خود مسلمانوں میں بھی آج کل اس کی کمی نہیں ہے۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور گیارہویں اور بزرگوں کے نذرانے بھی ادا کرتے رہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: وَكَانَتْ فِيهِ الزَّكَاةُ
یعنی مشرکین عرب زکوٰۃ کے بھی قائل تھے۔ (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۳۷)

عقیدہ اور مشرکین | مشرکین شرک کی حالت میں بچوں کا عقیدہ بھی کیا کرتے

تھے۔ (مستدرک ج ۲ ص ۲۲۵۔ قال الحاكم والذهبي صحيح)

عمرہ بھی کرتے تھے | چنانچہ حضرت ثمامہ بن اثال نے حالت کفر میں عمرہ

کا احرام باندھا تھا اور اسلام لانے کے بعد آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔
عمرہ پورا کرو۔ (نسائی ص ۲۳)

اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے | چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال
کیا کہ میں نے ایام جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی کہ میں مسجد میں اعتکاف
بیٹھوں گا، لیکن بیٹھ نہیں سکا آپ نے فرمایا۔ نذر پوری کرو۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۴۰)
حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وہ مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔

(حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۲۷)

جنابت کا غسل بھی کیا کرتے تھے | چنانچہ جنگ بدر میں جب مشرکین کو

شکست ہوئی تو حضرت ابوسفیانؓ
نے جب کہ وہ اسلام نہ لائے تھے، یہ مٹت مانی تھی کہ ہم اپنے مقتولین کا جب
تک بدلہ نہ لے لیں گے، میں جنابت کا غسل نہ کروں گا۔ (سیرت النبیؐ ج ۳ ص ۳۳۳)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ غسل جنابت، ختنہ اور دیگر خصائل
فطرت پر وہ کاربند تھے۔ (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۲۷)

اور خطیب قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کا حج اور ختنہ اور غسل جنابت
کیا کرتے تھے۔ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۸۹)

خطوط کی ابتدا میں بھی بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ لکھا کرتے تھے (بخاری ج ۲ ص ۳۷۹ و
سیرت النبیؐ ج ۱ ص ۱۲۷)۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (البدایہ والنہایہ
ج ۳ ص ۹۷) بلکہ جو کتبات عہد قدیم کے آجکل برآمد ہوتے ہیں، ان میں بعض پر بسم اللہ
وغیرہ الفاظ نمایاں طور پر لکھے پائے جاتے ہیں۔ ایک کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا:-

”بِسْمِ اللَّهِ هَذَا مَبْنَاهُ شَمِيرُ عَشْرِ سَيِّدَةِ الشَّمْسِ“ (ترجمہ: خدا تعالیٰ
کے نام سے یہ وہ یادگار ہے جو شمر بن عیش نے سورج دیہی کے لیے بنائی ہے۔

(ملوك الارض حمزة اصفهاني ص ۱۷ طبع کلکتہ)

مشرکین ختنہ بھی کیا کرتے تھے | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ان

میں ختنہ کا رواج بھی تھا۔ (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۲۷ و نحوہ فی ارض قرآن ج ۲ ص ۲۲۲)

مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے | چنانچہ بخاری ج ۱ ص ۶۱ میں روایت
ہے کہ جہاں مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی،
وہاں مشرکین کی قبریں تھیں، جن کو اکھاڑا گیا تھا۔

نکاح کا یہ صحیح اور مردوج طریقہ بھی ان میں رائج تھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۹)

مشرکین سر کے بالوں میں مانگ بھی لاکرتے تھے | ملاحظہ ہو مسلم ج ۲ ص ۲۵۷ و
مشکوٰۃ ص ۲۸۔

اسلام نے سلام کہنے کا جو طریقہ بتلایا ہے اس کا ثبوت بھی ابن حلیبؒ
میں ہے چنانچہ حضرت ابوذرؓ جب اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں
ملے ممکن ہے کہ حضرت ابوذرؓ اسلام کے طریق اسلام سے پہلے واقع ہو چکے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسلامی سلام ہی عرض کیا ہو۔ بظاہر رسول اللہؐ کا جملہ اسکا موتیہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲/۱)

حاضر ہوئے تو اسلام علیک یا رسول اللہ کہا (مسلم ۲ ص ۲۹۶) ایام جاہلیت کے شعرا کے کلام میں کثرت سے سلام کا رواج پایا جاتا ہے۔

اہل جاہلیت نے زنا ف بال دیکھتے تھے اور وہ بغل کے بال بھی صاف کرتے اور ناخن بھی کٹواتے تھے

وعلیٰ هذا القیاس خصائل فطرت کی بہت سی چیزوں پر کار بند تھے۔ (ہامش حجة البالغہ اص ۱۳ طبع بدیلی) اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ خصائل فطرت کے پابند تھے (حجة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶)

حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے۔ اور سواونٹ محتاج لوگوں میں تقسیم کئے تھے۔ وساق فی الجاہلیۃ مائۃ بدنة اور سو بدنہ چلایا تھا۔ (اُونٹ اور گائے وغیرہ کا مکہ مکرمہ میں قربانی کرنا شرع میں بدنہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرشی لکھتے ہیں بدنة شتر و گاؤ قربانی کہ بکہ قربانی کنند۔ صراح ص ۹۲)

عمرو بن لُحی جس نے عرب میں شرک کی ترویج و اشاعت کی تھی، بسا اوقات ایام حج میں دس ہزار اونٹ ذبح کرنا تھا، اور دس ہزار سوٹ سالانہ مستحق لوگوں کو پہناتا تھا، گھٹی اور شہد ڈال۔ عمدہ قسم کا حلہ لوگوں کو کھلایا کرتا تھا اور ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۲ ص ۱۸۷)

اہل جاہلیت میں شریف خاندان کی عورتیں زنا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت ہندہ اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے چند شرائط بتلائیں۔ ایک شرط یہ تھی کہ زمانہ کرنا۔ حضرت ہندہ نے جواب دیا:-

أوتدنی المحرة؟ لَقَدْ كُنَّا نَسْتَحِي کیا شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں؟ ہم تو منذ الذی فی الجاہلیۃ فیکف زمانہ جاہلیت میں بھی زنا سے شرم کرتی تھیں

فی الاسلام (المستدرک ص ۲۵۵ والبلغہ ج ۳ ص ۲۱۹ و کتاب الاعتبار ص ۲۲۵) تو اسلام میں ہم اس کا کیسے ارتکاب کر سکتی ہیں؟

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے نام عبد اللہ وغیرہ بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ بن جعدان نامی ایک کافر تھا۔ (مسلم اص ۱۱۵ والبلغہ ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت ابو بکرؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد اللہ رکھا گیا تھا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۲۴۷) حضرت حارث بن ہشام کے پردادا کا نام (جنہوں نے اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا تھا، عبد اللہ تھا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۲۴۷)

حضرت جابرؓ کے والد کا نام بھی عبد اللہؓ تھا جو مسلمان ہو کر ۳۰ھ میں مقام احد میں شہید ہو گئے تھے۔ فزع اور نحر کا صحیح طریقہ بھی ان میں رائج تھا کہ حجۃ اللہ (ج ۱ ص ۱۲۷)

اس کے علاوہ بھی مشرکین میں کئی ایک عمدہ خصلتیں موجود تھیں:-

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب نبوت اور رسالت عطا ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہؓ کے سامنے اس کا ذکر کیا اور فرمانے لگے کہ مجھے اپنی جان پر خوف محسوس ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی غمزدہ نہ کرے گا، اس لیے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، عیالدار لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاج لوگوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ (بخاری اص ۳)

لے مہمان نوازی، مسافروں کی خدمت، صدقہ و خیرات، صلہ رحمی اور کمزوروں کی امداد و اعانت کا جذبہ بدرجہ اتم ان میں موجود تھا۔ اور ان اوصاف کو وہ انسان کی سعادت اور کمال کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (حجة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان چیزوں کی کیسی قدر کی جاتی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ جب اہل مکہ کی اسلام دشمنی سے تنگ آکر حبشہ جانے لگے تو بیک سعاد کے مقام پر ابن دغنے ملا جو رؤسائے مکہ سے تھا، کہنے لگا۔ اے ابو بکر! کہاں؟ فرمایا جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کھل کر ہو سکوں۔ ابن دغنے نے کہا۔ آپ جیسا آدمی مکہ سے نہیں جاسکتا۔ کیونکہ آپ فقیروں کو مال دیتے، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ عیالدار لوگوں کے بوجھ ہلکے کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔ چنانچہ ابن دغنے کا فر حضرت ابو بکرؓ کو اپنی ذمہ داری پر واپس مکہ لے آیا۔ (بخاری ص ۵۵۲)

اسی طرح عبداللہ بن جعدان ایک کافر تھا۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ جاہلیت میں مہمان نوازی اور صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور ناحق گرفتار شدہ قیدیوں کی اعانت کر کے ان کو چھڑاتا تھا، پڑوس کے حق میں بہت ہی اچھا تھا، اور غریبوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ کیا یہ کام اس کے لیے مفید ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا تو اس کے لیے یہ کام مفید ہو سکتے تھے۔ (اَوْعَمَاقِل) (ادعوانہ اعتل اور مسلمہ ص ۱۵۱)

میں صرف یصل الدھم اور یطعم المسکین کے الفاظ موجود ہیں۔
الغرض بہت سے نیک اور اچھے کام مشرکین مکہ کیا کرتے تھے نیز فوشتوں پر بھی وہ ایمان رکھتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ زمانہ حال کے بعض جہلاء کی طرح جنہوں

لے ان کا اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ کی ایک مقرب اور برگزیدہ مخلوق ہے جن کو ملائکہ کہا جاتا ہے جہاں اور جس کام پر ان کو مامور کیا گیا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، کھانے پینے پیشاب پاخانہ اور نکاح وغیرہ سے بالکل پاک ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۵)

نے پیغمبروں کو خدا تعالیٰ کے ازلی نور سے تسلیم کرنے اور ان کی بشریت سے انکار کرنے کی تعلیم رائج کر دی ہے۔ اُس وقت بھی فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے موجود تھے، لیکن نفس ملائکہ کو تسلیم کرتے تھے، بلکہ کرامؓ کا تبین کے بھی قابل تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دارا حضرت عبدالطلب نے صنعا کے ایک باشندہ کو قرص دے کر جو تحریر اس سے لکھوائی تھی۔ اس میں یہ مذکور تھا۔ اس پر خدا اور اس کے دو فرشتے گواہ ہیں۔ (رسیت النبی، مثلی، اصلا، ج ۱، فہرست ابن ندیم)

ناظرین!۔ اگر مشرکین عرب کے شرک کی وجہ نرمی اخلاقی کمزوری ہی ہو۔ جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔ تو ایک تو اخلاقی کمزوری پر شرک کا اطلاق لغت کے لحاظ سے چنداں زیب نہیں دیتا۔ دوسرے آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔ لیکن یہ جو فی نفسہ ہر ایک چیز عبادت اور کار خیر تھی۔ مشرکین کے لیے مفید ثابت نہ ہو سکی۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ ایمان سے محروم تھے اور باوجود ان خوبیوں کے وہ مشرک تھے۔

یہاں تک تو آپ نے تصویر کا صرف ایک ہی رخ ملاحظہ **تصویر کا دوسرا رخ** کیا ہے۔ اب دوسرا رخ بھی دیکھیں کہ مشرکین عرب اگر مندرجہ ذیل احکام اسلام کے انکار کی وجہ سے مشرک قرار پاتے تھے۔ تو ان احکام کا ابھی تک نزول ہی نہیں ہوا تھا اور وہ باوجود اس کے مشرک تھے۔ مثلاً جہاد کی فرضیت ۳ھ میں ہوئی۔ اور اسی سال رمضان کے روزے بھی فرض ہوئے۔ صدقہ فطر اور نماز عید وغیرہ کا حکم بھی اسی سال ہوا۔

لے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:- کانوا یقولون بالحفظۃ کہ اہل جاہلیت کرامؓ کا تبین کے قابل تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۶)
لے والبدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۵ لحاظ ابن کثیر۔

(سیرت النبی ص ۳۹)

وراثت کا حکم اور نیز مسلمان مرد کا کافر عورت سے اور مشرک عورت کا مسلمان مرد سے نکاح کا حرام ہونا وغیرہ سہ کو نازل ہوئے۔ (سیرت النبی ص ۲۵)
صلوٰۃ کسوف سہ کو پڑھی گئی جس سال آپ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷ و مسلم ج ۱ ص ۲۹۹ و ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۱۴) اور ان کی وفات ۲۹ شوال سہ کو ہوئی تھی۔ (فتح الملکم ج ۲ ص ۵۲) اور سؤد کی حرمت بھی سہ کو بیان کی گئی۔ (سیرت النبی ص ۵۱)

شراب کی حرمت سہ کے بعد ہوئی، جمعہ کی نماز سہ کو مدینہ میں نازل ہوئی۔ (طبری ص ۱۲۵)

حضرت خدیجہؓ کی وفات سہ نبوت میں واقع ہوئی اور ان کو بلانماز جنازہ دفن کیا گیا۔ کیونکہ ابھی تک نماز جنازہ کا حکم ہی نازل نہ ہوا تھا۔ (سیرت ص ۲۳۲)
بحوالہ طبقات ابن سعد، بلکہ پانچ نمازیں بھی شب معراج میں فرض ہوئی ہیں اس میں اختلاف ہے کہ معراج کس سن میں واقع ہوئی۔ بعض محدثین اور مؤرخین سہ نبوت میں معراج تسلیم کرتے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ سہ میں مانتے ہیں۔ (فتح الباری ص ۱۵۵ و نووی ص ۹۱)

اور پانچ نمازیں بھی ابتداء میں دو رکعت سے زائد نہ تھیں۔ جب مدینہ لے صحیح تحقیق یہ ہے کہ معراج سہ نبوت کے بعد ہوئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام نوویؒ شرح مسلم اصناف میں نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۴۹ سال ۸ ماہ اور ۱۱ دن کی ہوئی تو ابوطالب کی وفات واقع ہوئی۔ اور تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو اس لحاظ سے وفات حضرت خدیجہؓ سہ نبوت کو ٹھہری۔ اور ابوعوانہ میں موجود ہے:- وقد كانت خديجة قد توفيت قبل ان يضر من الصلوة (ابوعوانہ ص ۱۲۷)
کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات فرضیت نماز سے قبل واقع ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم الامنہ

طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی تو اس وقت بجائے دو کے اقامت میں چار رکعتیں اور سفر میں دو ہی رکعتیں باقی رکھی گئیں (نسائی ص ۵۳)
اذان کا حکم بھی مدینہ طیبہ میں ہوا تھا۔ (مسلم ج ۱ ص ۶۵)
زکوٰۃ اگرچہ مکہ میں فرض ہو چکی تھی۔ لیکن زکوٰۃ کا نصاب مدینہ طیبہ میں مقرر کیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۹)
حج کی فرضیت بھی بعض کے نزدیک سہ میں اور بعض کے نزدیک سہ میں ہوئی۔ وہو الصبح (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸)

اب آپ احکام اسلام کا اجمالی خاکہ پڑھ چکے۔ مگر یقین جانتے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کے ترک کی وجہ سے مشرکین پر شرک کا فتویٰ نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ ابھی تک یہ چیزیں تو نازل ہی نہیں ہوئی تھیں۔ حالانکہ مومن مومن تھے اور مشرک مشرک۔ لہذا معلوم ہوا کہ شرک کی علت ان احکام کا ترک کرنا بھی نہیں بلکہ مشرکین کے شرک کی وجہ اور سبب کچھ اور ہی تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مشرک تھے اور اہل ایمان کے مومن ہونے کی وجہ بھی کچھ اور ہی تھی کہ وہ ان احکام کو نہ کرتے ہوئے بھی مومن تھے۔ شرک کی علت اور وجہ تلاش کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مکہ کو مشرکین نے عوام الناس کو صرف سطحی قسم کی باتوں میں الجھا رکھا ہے کبھی تو وہ یہ غلط فہمی ہیں کہ شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے حالانکہ اسی پیش نظر کتاب میں اصنام و اوثان کی باحوالہ بحث موجود ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کبھی یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ مشرکین غیر اللہ میں ذاتی اختیارات مانتے تھے حالانکہ یہ بھی بالکل غلط ہے جیسا کہ اسی کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور مقام و احترام کے قائل نہ تھے اور اسی واسطے آپ کو نبی نہیں مانتے تھے لیکن باحوالہ گذر چکا ہے کہ یہ بات بھی نہیں غرضیکہ یہ اور اس قسم کی کئی اور سطحی باتیں کہ کمر عوام الناس کو یہ باور کرنے کے درپے ہیں کہ ہم شرک میں آلودہ نہیں بلکہ دیگر قومیں اس میں مبتلا نہیں اور حقیقت میں وہ شرک کے دلدل میں چھپنے

ہوتے ہیں مشرکین مکہ اُس شرک سے بڑھ کر ہرگز کوئی اور شرک نہیں کرتے تھے جس کو کج کے بعض کلمہ گو کہتے ہیں اور جس کے اثبات پر پورا زور صرف کیا جاتا ہے اور اس کے لیے خود ساختہ اور تار عنجبکوت دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور یہ تو دنیا کا طریقہ ہے کہ خاموش کوئی بھی نہیں رہتا ہر آدمی کوئی نہ کوئی دلیل پیش کیا کرتا ہے اگرچہ سمجھدار لوگ اس سے متاثر نہیں ہوتے مگر کم علم اور وہم پرست ایسے بے بنیاد شبہات کا اکثر شکار ہو جاتے ہیں ایک کہاوت ہے کہ ایک مرتبہ چھوٹا سا جانور پدھی (جس کے متعلق مشہور ہے کیا پدھی اور کیا پدھی کا شوربا) زمین پر بیٹھ گیا وہاں گھاس تھا اور دھاگے اس میں اُلجھے ہوئے تھے پدھی کی ٹانگ دھاگے سے لپٹ کر گھاس سے اُلجھ گئی پدھی نے بڑا زور مارا مگر نکلنا اس کے بس کی بات نہ تھی کسی اور جانور نے پوچھا پدھی کیا بات ہے؟ پدھی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں عجیب بات ہے کہ دھاگے اور گھاس کے تنکے سے ٹانگ تو چھڑا دی مگر بات یہ بنا ڈالی کہ میں زمین تولنے کے درپے ہوں اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو سمجھ کی توفیق نصیب فرمائے ورنہ

ترے ضمیر پر جب تک نہ ہونزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

باب نہم

ممکن ہے کسی کو غلط فہمی ہو کہ وہ لوگ اس لیے مشرک تھے کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، مگر یہ ان کے شرک کی وجہ نہیں۔ اگرچہ بعض قبائل میں یہ بے رحمانہ فعل ضرور موجود تھا لیکن سارے عرب میں یہ بُرائی نہ تھی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اگر ساری ہی لڑکیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں تو عرب میں عورتیں کہاں سے آتی تھیں؟ اور نسل انسانی کس طرح پھلتی پھولتی تھی؟ دوسری دلیل یہ ہے کہ عرب میں ایسے قبائل بھی تھے جو ایسی لڑکیوں کو جن کے والدین ان کو زندہ درگور کرنے پر تئے ہوئے تھے، سرخ رنگ کی بیش قیمت اونٹنیاں دے کر خرید لیتے اور ان کی جان بخشی کر دیتے تھے۔ چنانچہ اشراف بنو تمیم کا یہ مستحسن فعل ہمیشہ یادگار ہے گا۔ (محاضرات علامہ حضری ص ۳۱)

حالانکہ وہ لوگ بھی جو لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو خرید کر ان کی حفاظت کرتے تھے، وہ بھی مشرک تھے۔ اگر لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا ہی شرک ہوتا تو ایسے لوگ یقیناً مشرک نہ کہلاتے۔ حالانکہ معاملہ بالکل عیاں ہے۔ علاوہ بریں اس فعل قبیح پر لغتہ شرک کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

کیا مشرکین عرب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کے انکار کی وجہ سے مشرک تھے؟ لیکن ان کے شرک کی یہ وجہ بھی نہیں تھی اس لیے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کے انکار سے ان کے کفر اور سرکشی میں مزید اضافہ ہوا، لیکن نفس شرک آپ کی رسالت اور قرآن کریم کے

لے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

وكان اهل الجاهلية في زمان النبي
صلی اللہ علیہ وسلم یسلمون جواز
بعثة الانبياء رحمة الله بالغة (اصح ۱۲۵)
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کے مشرک اور اہل جاہلیت بعثت انبیاء کے جواز کو تسلیم کرتے تھے:-

اور لکھتے ہیں کہ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے حلال اور حرام کے قوانین نافذ کئے ہیں اور یہ بھی مانتے تھے کہ محاسبہ اعمال بھی ضروری ہے نیکی کا صلہ نیکی اور بدی کا بدی ہے۔ (رحمۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۵)
نیز لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت اس کو تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے (ملا جبر و اکراہ) اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے:-

رجلا منهم فيلقى وحيه اليه و
ينزل الملك عليه وانه يرضى
طاعته عليهم فلا يجدون منها
بيدا ولا يستطيعون دونها محيصا
انہیں میں سے ایک آدمی کو بھیجا ہے اور
اسکی طرف اپنے فرشتے کے ذریعے وحی بھیجتا ہے اور
ان لوگوں پر اسکی اطاعت فرض کرتا ہے، وہ اسکی
اطاعت کی کوئی چارہ نہیں پاتے اور ان کے لیے رسول
کی اطاعت چکنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔
(رحمۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۲)

رسالت اور نبوت کو تسلیم کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سا صحیح نظریہ قائم ہو سکتا ہے؟ کیا بات اگے کہ انہوں نے رسول اور نبی کے لیے مافوق البشر طاقتوں کو ان کے عمدہ رسالت میں شامل کر لیا تھا لیکن آج کل کے مسلمانوں میں بھی اس کی کوئی کمی نہیں ہے۔ عجب ابتداء وہ تھی انتہا یہ ہے۔

انکار کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہی ماننا پڑے گا۔

آپ ہی بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قوم عرب کی طرف براہ راست اور بلا واسطہ مبعوث ہوئے تو کیا وہ لوگ مشرک نہ تھے؟ یقیناً نہ! عرب شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی اصلاح کے لیے بھیجا تھا۔ یہ چیز بھی آپ کو معلوم ہوگی کہ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو آپ کو نبوت عطا ہوئی اور پیر کا دن تھا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر سووار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ پر چھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی ہے اور اسی دن مجھے نبوت ملی ہے۔ لہذا اس کے شکریہ پر میں روزہ رکھتا ہوں۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ و مشکوٰۃ ص ۱۴۹)

اب پوچھنے کی بات یہ ہے کہ آپ کو نبوت تو سووار کو عطا ہوئی، اور اسی دن سے قرآن کریم بھی نازل ہونا شروع ہوا۔ تو کیا اہل عرب سووار سے قبل التوار کو ہفتہ اور جمعہ کو، ایک مہینہ اور سال قبل بلکہ سارا زمانہ قبل از نبوت مشرک تھے یا نہ تھے؟ اگر آپ ان کو مشرک نہیں مانتے تو یہ فرمائیے کہ قرآن کریم ان کو مشرک کیوں کہتا ہے؟ اور جب وہ مشرک نہ تھے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کن کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا؟ اور پھر آپ کو توحید بیان کرنے پر تکلیف کس نے دی تھی؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ لوگ سووار سے قبل بھی مشرک ہی تھے اور یقیناً وہ مشرک تھے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے تو ابھی تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی قرآن کریم کا انکار کیا تھا۔ کیونکہ نہ ابھی قرآن نازل ہوا، اور نہ ہی آپ کو نبوت ملی۔ اگر نفس شرک آپ کی نبوت کا انکار اور قرآن کریم سے انحراف کرنا ہوتا۔ تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ سووار کے دن کے بعد مشرک کہلاتے، حالانکہ آپ اس بات پر متفق ہوں گے کہ وہ پہلے ہی سے مشرک تھے تو

ان کے شرک کی وجہ تلاش کرنا ہوگی کہ وہ کیا تھی؟

اس سے بھی ترقی کر کے کہا جاسکتا ہے کہ شرک کی علت اور اس کا سبب نبوت کا انکار اور آسمانی کتاب کا انکار نہیں ہو سکتا۔

ایک اور طرز سے کیونکہ یہود و نصاریٰ میں بھی قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق شرک موجود تھا۔ حالانکہ وہ تورات اور انجیل کو آسمانی کتاب، اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا تعالیٰ کا رسول بھی مانتے تھے بلکہ اجمالی طور پر وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بھی قائل تھے۔ یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ هَذِهِ آيَاتِهِ اس کی واضح دلیل ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آسمانی کتاب اور نبوت کا انکار شرک کی علت نہیں، بلکہ شرک کی علت کچھ اور ہی ہوگی، اس کو تلاش کرنا ہے۔

رہا اس کا ثبوت کہ یہود و نصاریٰ نبوت کے قائل تھے، اور تورات و انجیل کو اللہ تعالیٰ کی کتابیں تسلیم کرتے تھے، تو قرآن کریم میں متعدد مقامات میں موجود ہے۔ بلکہ آپ کو موجودہ معرفت بائبل (یعنی انجیل وغیرہ) میں بھی اس کی پوری بحث مل سکتی ہے۔ چنانچہ انجیل میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

”میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیسڑوں کے سوا اور کسی کے پاس

نہیں بھیجا گیا، (انجیل متی باب ۱۵-آیت ۲۴)

اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ رہا یہود و نصاریٰ کا آسمانی کتاب کے اور حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے اقرار کے ہوتے ہوئے شرک ہونا تو قرآن کریم میں بہت سی آیتیں اس پر مذکور ہیں۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ
اَلَا تَتَّقُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ اَبَاؤُنَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کا مطالعہ باب پنجم میں کر لیجئے۔

کیا شرک قیامت کے انکار کی وجہ سے ہوتا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ اکثر مشرک قومیں قیامت کا انکار کرتی تھیں اور مشرکین عرب کا ایک معتبر گروہ بھی قیامت کا منکر تھا جیسا کہ قرآن کریم اس پر شاہد عدل ہے لیکن ان میں قیامت کا اقرار کرنے والے بھی تھے اور باوجود اس کے وہ مشرک تھے۔

زہیر بن ابی سلمیٰ، عامر بن مطرب، عبداللہ بن وبرة بن قضاہ، اور علف بن شہاب تمیمی وغیرہ جاہلیت کے زمانے میں قیامت کے قائل تھے۔ (حاشیہ حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۳۱) طبع بریلی، اور بعض اہل جاہلیت قبروں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے کہ جس نے جانور ذبح کیا قیامت کے دن سوار ہوگا ورنہ پیدل (سبل السلام ۲ ص ۱۶) و ہذل المجہول معلوم (ص ۲۱۱)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا محاسبہ اعمال پر ایک حوالہ پہلے پیش ہو چکا ہے ایک اور ملاحظہ فرمائیے، وہ فرماتے ہیں: كانوا يقولون بالمعاد (حجتہ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶) کہ اہل جاہلیت اور مشرکین عرب قیامت کے قائل تھے۔ مختصر اور قطعی بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نہ صرف یہ کہ قیامت کا اقرار کرتے تھے بلکہ جنت اور جہنم کو بھی تسلیم کرتے تھے:-

وَقَالُوا لَنْ نَّمُتَ الْتَارِ الْاٰیَمًا
مَعْدُودَةً (پ، ا، بقہ ۹۶) اور یہود کہتے تھے ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند روز۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ
كَانَ هُودًا اَوْ نَصَارٰی (پ، بقہ ۹۷) اور کہتے ہیں ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو یہودی اور نصرانی ہوں گے۔

اور انجیل متی باب ۲۲ آیت ۲، و انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۴ و انجیل لوقا باب ۲۰ آیت ۳۵ میں صاف طور پر قیامت کا ذکر موجود ہے۔ مگر باوجود اس کے یہود و نصاریٰ میں مشرک بھی تھے۔ اگر قیامت کا اقرار ہی شرک سے بیزاری کی دلیل ہوتی تو یہود و نصاریٰ کبھی مشرک نہ کہلاتے کیونکہ وہ قیامت کا اقرار کرتے۔ معلوم ہوا کہ قیامت کا انکار شرک کا سبب اور علت نہیں بلکہ شرک کا سبب

کچھ اور ہی ہے۔

یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اہل جاہلیت مسئلہ تقدیر کے منکر تھے لہذا اس لیے وہ مشرک تھے، کیونکہ وہ تقدیر کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت ہمیشہ اپنے شعروں اور خطبوں میں تقدیر کا ذکر کرتے آئے ہیں اور شریعت نے اس کی مزید تاکید کی ہے (حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲۵) ع۔ تمنا مختصری ہے مگر تمسب مطولانی

باب دہم

قائدین کرام :- دنیا میں جتنے بھی مشرک کسی زمانہ میں گزرے ہیں۔ اُن کا اس باتفاق رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہ صرف ذات ہی موجود ہے۔ بلکہ وہ زمینوں اور آسمانوں کا خالق اور تمام کائنات ارضی و سماوی کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور وہی مدبّر امر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اور اس کے ورے دوسری مخلوق کو بھی الہ مانتے تھے، اور ان کی عبادت بھی کرتے تھے لہذا وہ مشرک قرار پائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ تم یہ اعلان کرو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی الہ نہیں۔ جب وہ الہ ہی نہیں تو اس کی عبادت کیسے؟

① وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (پک، انبیاء، ۲۱) اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول، مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کوئی الہ نہیں، مگر میں سو عبادت بھی میری ہی کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل جتنے بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں ان سب کو خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہوتا رہا کہ میرے بغیر کوئی الہ نہیں، اس لیے عبادت بھی میری ہی ہونی چاہیے۔

② يَنْزِلُ الْمَلَكُ بِالْوَحْيِ مِنْ رَبِّهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ خدا اُتارتا ہے فرشتوں کو بھید اور وحی سے کمر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں

اَنْ اَنْذَرُوْا اَنْتُمْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا
فَاتَّقُوْا ۝ (پکا بخل، ج)

کہ خبردار کرو کہ وہ بے شک کوئی الہ نہیں مگر میں۔ سو مجھ سے ڈرو۔

اس آیت میں بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دعوت توحید پر تمام پیغمبروں کا اتفاق رہا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الہ (مختار کل، نافع و ضار) نہیں۔ اس لیے ڈرنا بھی صرف اسی سے چاہیے۔

۳) حضرت نوح علیہ السلام قوم کی اصلاح کی خاطر بھیجے جاتے ہیں، تو وہ آکر فرماتے ہیں:-

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ غَيْرُهُ (پ، اعراف، ج)

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔

۴) حضرت ہود علیہ السلام قوم سے فرماتے ہیں:-

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ غَيْرُهُ ط (پ، اعراف، ج)

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارا اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔

۵) حضرت صالح علیہ السلام قوم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:-

يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ غَيْرُهُ ط (پ، اعراف، ج)

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔

۶) اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر نبوت اور رسالت عطا فرمائی تو یہ بھی ارشاد فرمایا:-

اِشْرٰى اَنَا اللّٰهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا
فَاعْبُدْنِي (پکا، طہ، ج)

بے شک میں جو ہوں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ سو میری ہی عبادت کرو۔

ان تمام آیات میں اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ الٰہیت اور عبادت صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہے۔ ان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

۷) اللہ تعالیٰ نے حضرت امم الانبیاء خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو یوں خطاب فرمایا:-
فَاَعْلَمُ اَنْتَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ط
(پکا، محمد، ج)

سو آپ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔

۸) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور علامت مجھے اپنی جوتیاں ملے کر یہ فرمایا کہ جس آدمی سے میری ملاقات ہو، دراصل ایک وہ صدق دل سے لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دینا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دینا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۵۴ و البوہرانہ ج ۱ ص ۱۵۱ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۱)

۹) حضرت عثمانؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی اس حالت میں وفات ہوگئی کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۵۱ و البوہرانہ ج ۱ ص ۱۵۱)

۱۰) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ط جنت کی کنجی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۱)

۱۱) حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وحده اور ان محمدًا عبده و رسولہ کی شہادت ملے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کر دی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۵۱ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۱) یعنی اگر اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو موجب نار ہو تو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا کام اس سے سرزد ہو چکا ہے تو اپنی سزا بھگت کرے بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور تابعدار اس کے لیے حرام ہے۔

۱۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو نزع کے وقت یہ کہا کہ اے چچا جان! آپ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیں تاکہ میں آپ کے لیے قیامت کے دن شہادت دے سکوں۔ مگر بدبختی کہ اُس نے یہ نہ کہا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۵ و مسلم ج ۱ ص ۱۵۱ و البوہرانہ ج ۱ ص ۱۵۱)

ص ۱۵۱ و البوہرانہ ج ۱ ص ۱۵۱

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور فرمایا، سب سے پہلا مطالبہ جو تم نے ان سے کرنا ہے وہ یہ ہوگا، شہادۃ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۵ متفق علیہ)

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم اپنا ایمان تازہ کیا کرو۔ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا۔ وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا، کثرت سے لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ پڑھا کرو۔ (الترغیب والترہیب ۲ ص ۲۳۹)

(۱۵) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ پر سختی سے کاربند رہنا کیونکہ اگر ست آسمان اور سات زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے۔ تو لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ وزنی ثابت ہوگا۔ (ادب المفرد ص ۸۷ والترغیب والترہیب ۲ ص ۲۴۰) وقال ابن کثیرؒ اسناد صحیح البدایہ والنہایہ ص ۱۱۰ متدرک ج ۱ ص ۴۹ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح (متدرک وغیرہ کی روایت میں دو بیٹوں کا ذکر ہے اور ادب المفرد میں ایک بیٹے کا ذکر ہے۔)

(۱۶) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے باری تعالیٰ! مجھے کوئی دُعا بتلائیے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کہا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ تعالیٰ! یہ سب بندے کہتے ہیں میں ایسی دُعا چاہتا ہوں، جو صرف میرے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اور سات زمینیں اور جو کچھ اُن میں ہے، ترازو کے کے ایک پلڑے میں اور لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کا وزن زیادہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۱) وقال المنذیؒ صحیح الحاکمؒ الترغیب ۲ ص ۲۳۹

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میدانِ محشر میں ایک ایسا مجرم پیش کیا جائے گا جس کے گناہوں اور بدکاریوں سے تناوے رجسٹر پڑ ہوں گے اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے پرچے پر کلمہ شہادت لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ الخ ہوگا۔ جب وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادت بڑھ جائے گا۔ (ابن ماجہ ص ۳۲۸ و مشکوٰۃ ص ۲۸۶ والترغیب والترہیب ۲ ص ۲۴۰) وقال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح ج ۱ ص ۱۰۰ یہ وہ شخص ہوگا جس نے نزع سے قبل کلمہ توحید پڑھا ہوگا مگر اس کو عمل کی مہلت نہ مل سکی ہوگی، اس سے وہ کلمہ گو مراد نہیں جس کو زندگی تو ملی مگر اُس نے اوامر اور نواہی کی پابندی نہ کی۔

(۱۸) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اپنے اپنے موقع پر چھوٹے بچے، شہداء صلحاء اور فرشتے مجرموں کے لیے سفارش کریں گے۔

ثم تشفع الانبياء في حل من كان
يشهد ان لا اله الا الله (الحديث)

پھر حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) اُن لوگوں کے لیے سفارش کریں گے جنہوں نے لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کی شہادت دی ہوگی۔ (متدرک ۴ ص ۵۸۶)

(۱۹) جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دُعا وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے۔

وافضل ما قلت انا والنبيون
من قبلي، لا اله الا الله وحده لا
شريك له (موطأ امام مالک ص ۱۶۵)

اور بہترین وہ چیز، جو میں نے اور مجھ سے پہلے تمام پیغمبروں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الہ نہیں ہے اور وہ وحدہ لا شریک لہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ۲ ص ۲۴۲)

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-
افضل الذکرة اِلَهَ اِلَّا اللہ (ترمذی ص ۱۴۰)

کرسب سے بہتر اور افضل ذکر لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۴۸ و مشکوٰۃ ص ۲۰۱)

(۲۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي
الْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (مستدرک ص ۹۹)

رَقَالَ الْحَاكِمُ عَلَى شَرْطِهِمَا وَقَالَ الْمُهَيْمِيُّ

رَجَالَهُ رَجَالُ الصِّحِيحِ مَجْمَعُ الزَّيْدِيَّاتِ ج ۸ ص ۸

حضرات! آپ اچھی طرح پڑھ اور سمجھ چکے ہوں گے کہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کیا اہمیت حاصل رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کیا رتبہ اور منزلت ہے۔ دوزخ کی ابدی سزا سے نجات حاصل کرنے اور جنت کی تحصیل میں بغض اللہ تعالیٰ اس کو کتنا دخل ہے۔ پیغمبروں کی شفاعت، خدا تعالیٰ کی خوشنودی، اس پر کس حد تک موقوف ہے بلکہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی برکت ہی سے زمینوں اور آسمانوں کا نظام چل رہا ہے۔

(۲۲) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو فرمایا کہ میں تمہیں ایک کلمہ بتانا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے وہ قبول کر لیا، تو تمام عرب تمہارے تابع ہو جائے گا۔ اور تمام عجم کا جزیرہ تمہارے قدموں پر پھینکا دیا جائے گا۔ وہ کلمہ یہ ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہ کوئی آلہ نہیں، مگر صرف اللہ تعالیٰ (مستدرک ص ۲ ص ۳۲) قال الحاکم والذہبی صحیح قریش نے سن کر کہا:-

أَجْعَلُ الْإِلَهَةَ إِلَهُمُ وَاحِدًا جَزَاءً
هَذَا الشَّيْءِ مَجَابَّتِهِ (پ ص ۱۷) دیا ہے۔ بیشک یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ وہی لوگ جو بالیقین خدا تعالیٰ ہی کو اپنا اور زمین اور آسمان کا خالق، بلکہ مدبر الامر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے۔ ان کو صرف ایک آلہ کے ماننے میں نہ صرف تاثر تھا بلکہ تعجب بھی تھا۔ چونکہ وہ

سب اہل زبان تھے، وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ آلہ کا معنی کیا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ جب ہم کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھیں گے تو ہمیں کیا کرنا اور کیا کہنا پڑے گا، اور کیا چھوڑنا پڑے گا۔ اس لیے وہ اس کڑے گھونٹ کے قریب ہی نہیں آتے تھے۔ قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایٹم ہم سے کم نہ تھا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب مشرکین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی آلہ نہیں، تو ان کی کیا حالت و کیفیت ہوتی تھی؟ سن لیجئے:-

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ۔
بے شک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی آلہ نہیں۔ تو وہ غصہ و کراہت کرتے تھے۔ (پ ۲۳، ص ۱۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین خدا تعالیٰ کو خالق اور مالک ماننے کے باوجود صرف خدا تعالیٰ کو آلہ تسلیم کرنے سے انکار اور غرور کرتے تھے اور ان کو اس کے ماننے میں دقت پیش آتی تھی۔

۲۔ حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی مسلمان نہ ہوتے تھے، اور اسلام سے ہمیں نفرت تھی ہم جب مؤذن کی آواز سنتے، تو اس کی نقل اتارتے اور اس سے استنزا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھ لیا، اور ہماری طرف آدمی بھیجے حتیٰ کہ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کون تم میں سے بلند آواز سے اذان کہہ رہا تھا۔ لوگوں نے میرا نام لیا۔ چنانچہ آپ نے مجھے سامنے کھڑا کر کے فرمایا۔ کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے کہہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہو اشہد ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اشہد ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اشہد ان محمدًا رسول اللہ۔ اشہد ان محمدًا رسول اللہ۔

تو میں نے وہ بھی پڑھا (لیکن پست آواز سے) آپ نے فرمایا ابجج فَاَمْدُ مِنْ
صَوْتِكَ (سنائی اصوات و ابن ماجہ ص ۵۲ و ذیل علی ۲۶۳ وغیرہ) یعنی دوبارہ
بلند آواز سے کہو۔ (چنانچہ میں نے دوبارہ بلند آواز سے کہا، اور پھر مجھے اللہ تعالیٰ
نے اسلام کی توفیق عنایت فرمائی۔ چونکہ مشرکین کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا معنی اچھی طرح
آتا تھا، اور ان کو اس کا اقرار کرنا (اور اسی ہی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا) بڑا ہی مشکل تھا، اس لیے حضرت ابو محمدؓ نے
شہادتیں کو پست آواز سے ادا کیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو
دوبارہ بلند آواز سے کہنے کا حکم دیا، تاکہ مشرکین کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے جو وحشت
اور نفرت ہوتی ہے وہ کم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکین کو جو اختلاف تھا، وہ اِلَہ ہی سے تھا۔ اللہ تعالیٰ
نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّكَ
هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ط (پک، النحل، ص ۷) ہی ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ تم دو خالق اور دو خدا نہ بناؤ۔ بلکہ ارشاد دیوں ہوتا ہے کہ تم
دو اِلَہ نہ بناؤ، حالانکہ وہ اپنا اور زمین و آسمان کا خالق تو صرف خدا تعالیٰ ہی کو مانتے
تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اِلَہ کا معنی اِلَہ کا وہ معنی جس میں مشرکین کو بڑا اختلاف تھا قرآن کریم اور حدیث
شریف کی رو سے بیان کیا جاتا ہے جس میں زمانہ سابق و حال کے شرک
اور زمانہ قدیم اور حدیث کے جاہل مبتلا تھے اور ہیں، اور تکلیف کے وقت غیر اللہ
کو اِلَہ سمجھتے تھے، اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنی کھول کر نہ بیان کیا جائے۔
تو نہ تو عبادت خدا تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو سکے گی۔ اور نہ توحید و شرک کا مفہوم ہی سمجھ
آ سکے گا اور قرآن کریم پر ایمان اور یقین رکھنے کے باوجود عقیدہ نامکمل رہے گا۔ ہر

ایسی سمجھ والا زبان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو کہتا ہے گا مگر سینکڑوں کو اِلَہ بناتا ہے
گا۔ وہ زبانی یہ دعویٰ تو ضرور کرے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کو رب نہیں سمجھتا۔ لیکن
بائیں ہمہ اس نے بہتوں کو اُن بَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ بنا رکھا ہو گا۔ وہ پوری نیک نیتی سے
کہے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ مگر پھر بھی بہت سے معبودوں
کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَلَّ إِذَا دَعَا ۖ
وَيَكْشِفُ السُّوءَ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ خُلَافًا
اَلْأَرْضِ طَعَامُ إِلَٰهٍ طَعَامُ اللَّهِ ط قَدِيلًا ۖ
مَّا تَذَكَّرُونَ ۚ (پک، النحل، ص ۷) بھلا کون پہنچاتا ہے میس کی پکار کو جب
فیکشفت السوء و جعل لکم خلفاء اس کو پکارتا ہے، اور کون دُور کرتا ہے سختی
اَلْأَرْضِ طَعَامُ إِلَٰهٍ طَعَامُ اللَّهِ ط قَدِيلًا اور کرتا ہے تم کو نائب انگوں کا زمین میں
مَا تَذَكَّرُونَ ۚ (پک، النحل، ص ۷) کیا کوئی اِلَہ ہے اللہ کیساتھ؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور بیس کی پکار
کو سُننا اور اس کی مدد کرنا اور اس کی تکلیف کو دُور کرنا اِلَہ کا کام ہے گویا فریاد رس
اور تکلیف کو دُور کرنے والا اِلَہ ہوتا ہے، اور اس کے بغیر کوئی بھی اِلَہ نہیں ہے۔
حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں دُعا کی تو یہ فرمایا کہ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ (پک، انبیاء، ص ۷) کوئی اِلَہ نہیں مگر صرف تو۔

مطلب یہ کہ اے اللہ! نہ تیرے بغیر کوئی فریاد رس ہے اور نہ تکلیف
دُور کرنے والا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے اور نہ مشکل کشا ہے۔

حضرات اقرآن کریم کی چند آیات آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں
کہ مشرکین غیر اللہ کو فریاد رس اور تکلیف دُور کرنے والا سمجھ کر پکارتے تھے۔ یہی
وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف مشرکین کی (دَعَا يَدْعُوْا) کے الفاظ کو
سامنے رکھ کر (تو دُعا فرمائی ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ نہ نفع کے مالک ہیں
اور نہ ضرر کے اور نہ ہی ان کو تمہاری تکلیفوں اور مصیبتوں کی اطلاع ہے، اور
دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور مومنین کو یہ حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے کسی کو نہ پکارو۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَا يَجْتَمِعُوْا لَهٗ . (پکا، حج، ۱۰۷)

بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو، اللہ تعالیٰ کے درے وہ ہرگز کبھی نہیں بنا سکیں گے۔ اگرچہ سارے جمع ہو جائیں۔

(۲) قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْهِمْ مِّنْ شَرِيْكَ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظٰهِرٍ . (پ، سبا، ۱۷)

آپ کہہ دیجئے پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے خیال کرتے ہو، وہ مالک نہیں ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ انہی ان دونوں میں کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں کوئی اس (اللہ تعالیٰ) کا مددگار ہے۔

(۳) قُلْ اَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اَوْ اَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ اٰخَرَةٍ هَلْ يَمَسُّكَ مُمَسِّكٌ مِّنْهُ اَوْ يَمَسُّكَ مُمَسِّكٌ مِّنْ رَّحْمَتِهِ ط قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ط (پکا، زمر، ۲۴)

آپ کہہ دیجئے، بھلا دیکھو جن کو پکارتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے، اگر چاہے اللہ تعالیٰ مجھ پر کچھ تکلیف، تو وہ ایسے ہیں؟ کہ کھول دیں تکلیف اسکی ڈالی ہوتی؟ یا اگر وہ چاہے مجھ پر مہربانی، تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی کو؟ تو کہہ مجھ کو تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، بھروسہ رکھنے والے،

(۴) قُلْ اَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اَنْ يَشُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَشْرَءٌ مِنْ عِلْمِ

تو کہہ بھلا دیکھو جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے نیچے، دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا ان کی شراکت ہے آسمانوں میں۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی عقلی دلیل اور علم جو چلا

اِنْ كُنْتُمْ حٰدِثِيْنَ هٗ وَمَنْ اَضَلَّ مِثْلًا يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَسْتَجِيْبَ لَهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ هٗ (پ، احقاف، ۲۶)

آتا ہو، اگر ہو تم سچے۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو پکارے اللہ تعالیٰ کے نیچے، ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو قیامت کے دن تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔

(۵) قَالِ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاؤَكُمْ وَاَنْتُمْ لَتَكُوْنُنَّ مِنَ الْاٰفِيَّةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْثٍ (پ، فاطر، ۲۲)

اور وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو، اللہ تعالیٰ کے درے، وہ مالک نہیں، کھجور کی گٹھلی کے ایک پھلکے کے، اگر تم ان کو پکارو، تو سنیں نہیں تمہاری پکار، اور اگر سنیں بھی تو پسینہ نہ سکیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شرک سے، اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو عیسائے خبر رکھنے والا (خدا تعالیٰ)

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا شرک یہ بتلایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے مخلوق کو صاحب روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر اللہ تعالیٰ امور (تکلیف سے نجات دینے اور مہربانی کرنے) میں ایک ذرہ کے مالک نہیں ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے درے دوسری مخلوق کو مشکل کشا جان کر پکارتے ہیں۔ وہ تو ان کی بات کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ ان کو اس کی کچھ خبر ہے۔ قیامت تک پکارو، وہ کچھ نہیں کر سکتے، اور اگر بالفرض وہ تمہاری تکلیف کو سن بھی لیں تو تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور تمہارے اس شرک (یعنی پکارنے) کا قیامت کو صاف انکار کریں گے، اور یہ ساری باتیں بتلائے والا وہ ہے جس سے کوئی بات چھپی ڈھکی نہیں اور اسی آخری آیت میں اس قسم کے پکارنے پر شرک کا لفظ بولا گیا ہے بلکہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ بِهِ وَإِنَّ يُشْرِكُ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (پک، مومن، ۲۰)

یہ (عذاب) تم پر اس واسطے ہے کہ جب کسی پکارا اللہ تعالیٰ کو الکیہ تو تم شرک کرتے اور جب اسے ساتھ پکارتے شریک کو، تو تم یقین لائے گئے

اب حکم وہی جو کہے اللہ تعالیٰ سب سے اوپر پڑا۔

اس آیت میں بھی ایسے خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نافع اور ضار جان کر پکارنا شرک قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام آیات میں دُعَايَ دُعَا کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں کہ شریکین سلسلہ اسباب و مسببات سے بالاتر ہو کر غیر اللہ کو مصیبت میں پکارتے تھے اور یہی ان کا شرک تھا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب | جناب سیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی لکھتے ہیں کہ :-

”کہ در آیت دوم مراد از لَا تَدْعُوا فَيَدْعُوهُ وَادْعُوا مَعْنَى اخواندن و ندا نمودن نیست۔ بلکہ معنی عبادت است۔ بیضاوی، معالم، مدارک وغیرہ ہمہ تفاسیر متفق اند بریں، پس عبادت غیر حق سبحانہ و تعالیٰ حرام و شرک خواہد بود، نہ نداء و خواندن“ (بلفظہ اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۱)

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”لَا تَدْعُوا مَعْنَى لَا تَدْعُوا فَيَدْعُوهُ وَلَا تَدْعُوا فَيَدْعُوهُ“ (جاء الحق ص ۲۱۲)

مگر ان کا یہ لکھنا انتہائی غفلت اور سیدہ زوری پیمانی ہے اور چھنرات مفسرین کرام نے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے کہا ہے یا سوچی سمجھی ہوئی تحریف ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ اگر اس مقام پر دُعا اور عبادت دو الگ الگ حقیقتیں ہیں تو خالق کائنات بڑھ کر دُعا کے موقع اور محل کو کون زیادہ سمجھ سکتا ہے؟ پھر عبادت پر دُعا کا (جو جدا جدا چیزیں ہیں) اطلاق کیسے ہوا؟ اور اگر اس جگہ دونوں ایک

ہی ہیں، اگرچہ بعض دوسرے مقامات میں ان کے درمیان عموم من وجہ ہو، تو شاہ صاحب گوڑوی کی منطق باطل ہوئی کیونکہ وہ اس جگہ فرق کرتے ہیں۔

ثانیاً قرآن کریم ایسی کتاب نہیں ہے جو اپنی تشریح خود نہ کرتی ہو۔ قرآن میں اکثر مقامات پر جہاں دُعَايَ دُعَا کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں وہاں ساتھ ہی اِحْبَاب، اِسْتِجَاب، اِجْتِبِ اور سَمَاع وغیرہ کے صیغے اطلاق فرما کر دعا کو پکارنے کے معنی ہی میں متعین کر دیا گیا ہے۔ مثلاً :-

اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ (اگر تم پکارو۔ وہ تمہاری پکار نہ سُنیں کون ہے جو مضطر اور بے کس کی آواز پکار کر سُنتا ہے۔)

وَمَنْ اَحْضَلَّ مِثْنًا يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ اِلَّا يَوْمَ الْقِيَمَةِ (اس شخص سے زیادہ بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اس شخص کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سُن سکے۔)

ان مقامات میں دُعَايَ دُعَا کے بعد سماع اور اجاب اِجْتَاب کے ساتھ حوالہ کے ساتھ تقابل اور ربط کو اسی ہی لیے ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ کوئی کوڑ مغز دُعَايَ دُعَا کے معنی میں تحریف نہ کرے، اور لعنت کی کتابوں میں ہے اجابہ و اجاب عن سوالہ بمعنی اجاب اللہ دعاءہ واستجباب بمعنی (صرح مثلاً یعنی اجابہ اور اجاب کا معنی یہ ہے کہ اس نے اسکا سوال قبول کیا اور اجاب اللہ دعاءہ واستجباب کا ایک ہی معنی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُسکی پکار کو سُن کر قبول فرمایا۔ لہذا قرآن کریم کے صریح اور لفظی قرینہ کے ہوتے ہوئے کوئی اور معنی لینا خالص سیدہ زوری ہے۔

ثالثاً حضرات مفسرین کرام، قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے پیش نظر تو یہ بتا رہے ہیں کہ الدُّعَاءُ هو العبادۃ پکارنا عبادت ہے حضرات مفسرین کرام تو پکارنے اور عبادت میں اتحاد اور عینیت تسلیم کرتے ہیں نہ کہ تعارض اور تضاد (اس کی پوری تفصیل اپنے موقع پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ) اور گوڑوی شاہ صاحب

پکارنے اور عبادت کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں اور دونوں معنوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

رَبُّنَا شَاہ صاحب گوڑوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو حکیم الامت لکھتے ہیں اور ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے جا بجا استدلال کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ حضرت شاہ صاحب کی زبانی ہی ان کی تسلی کرادی جائے۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب باب اقسام الشکر کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں :-

حقیقة الشکر ان يعتقد انسان في بعض المعظمين من الناس ان الاثار العجيبة المصادقة منه انما صدرت لكونه متصفا بصفة من صفات الكمال مما لم يعهد في جنس الانسان بل يختص بالواجب جل مجده لا يوجد في غيره الا ان يخلق هو خلعة الالهية على غيره او يفتي غيه في ذاته ويبقى بذاته او يخلق ذلك مما يظنه هذا المعتقد من انواع الخرافات -

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۶)

اس عبارات سے گوڑوی شاہ صاحب کی یہ اصولی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اعلاء کلمۃ اللہ میں جگہ جگہ اس پر زور دیا ہے

کہ انبیاء اور اولیاء اور بزرگوں کو پکارنا شرک نہیں ہے۔ شرک تو صرف اصنام، اوثان اور بت پرستی کا نام ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارات سے دھوکا دیا ہے، لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ :-

”شرک کی جڑ اور حقیقت ہی یہی ہے کہ ”معظمین من الناس“ انسانوں کی بزرگ ترین مستیوں میں ایسے اوصاف (مثلاً عالم الغیب، حاضر و ناظر اور مقصود فی الامور ہونا وغیرہ) تسلیم کرنا، جو صرف اللہ تعالیٰ کے خواص میں منحصر ہیں۔ اور حضرت حکیم الامت کا یہ ارشاد بلا وجہ اور بلا دلیل نہیں ہے۔ ہم نے پہلے سیر حاصل بحث، اس پر تاریخی شواہد اور دلائل کے ساتھ بیان کر دی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا شرک، بزرگوں ہی کی ذات اور ان کی قبروں ہی سے شروع ہوا ہے۔

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں :-

ومنہا انہم كانوا يستعينون بغير الله في حوائجهم من شفاء المريض وغناء الفقير وينذرون لهم يتوقعون انجاح مقاصدهم بتلك النذور ويتلون اسماءهم رجاء من كبتها فاجب الله تعالى عليهم ان يقولوا في صلواتهم وایاک نعبد وایاک نستعين وقال الله تعالى فلا تدعوا مع الله احداً وليس المراد من الدعاء العبادة كما قاله بعض المفسرين بل هو الاستعانة لقوله تعالى بل اياه

ان شرک کی قسموں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگ بیمار کی شفا، فقیر کی غنا، وغیرہ اپنی حاجتوں میں غیر اللہ سے استعانت کرتے اور ان کے ناموں کی نذریں دیا کرتے تھے تاکہ ان کو اپنے مقاصد میں ان نذروں کی وجہ سے کامیابی حاصل ہو اور تحصیل برکت کے لیے ان کے ناموں کو پڑھتے تھے، سو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ واجب کر دیا کہ اپنی نماز میں یہ پڑھا کریں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سومت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو، اور دعا سے اس جگہ مراد عبادت نہیں

تَدْعُونَ فِيهِ كَشَفَ مَا تَدْعُونَ ط
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۱)
ہے جیسا کہ بعض مفسرین کلام نے کہا ہے۔ بلکہ اس
دعا سے استعانت مراد ہے اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں۔ بلکہ تم اس کی پکارو گے سو وہ تماری تکلیف

دور کرے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ عبارت اپنے مفہوم اور مدلول کے لحاظ
سے بالکل واضح ہے کہ دعا سے مراد اس مقام پر ایسی عبادت نہیں جو استعانت
اور پکارنے کے خلاف ہو جیسا کہ بعض حضرات مفسرین کلام کو دہم ہوا ہے بلکہ اس
جگہ دعا سے مراد استعانت و استمداد ہے جو خاصہ خداوندی ہے اور وہ نری عبادت
خامشاً عبادت کی جو تشریح حضرت شاہ صاحب نے کی ہے، وہ اس
مقام پر سو فیصدی پکارنے کے معنی پر صادق آتی ہے۔ پھر دعا بمعنی خواندن اور
نذر نمودن کا انکار کرنا صریح غلط اور باطل ہے۔ حضرت شاہ صاحب دہلوی
لکھتے ہیں کہ عبادت کا معنی ہے اپنے آپ کو انتہائی ذلیل اور کمزور سمجھنا، اور
یہ تذلل اس کو چاہتا ہے کہ کمزور میں ضعیف ہو اور دوسری جانب قوت ہو۔ کمزور
میں احساس کمتری ہو اور دوسری طرف شرف و فضل ہو۔ کمزور میں انقیاد و کمتری
ہو اور دوسری طرف تسخیر اور نفوذ حکم ہو (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۱) اور فرق الالباب
طور پر بے کسی اور بے بسی کے عالم میں نذر نمودن اور خواندن میں یہ سب کچھ پایا
جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ نزاع لفظ الداعی اور المدعو میں نہیں ہے اور نہ ماتحت
الاسباب پکارنے میں ہے جیسا کہ بعض نرے جاہلوں کو شبہ ہوا ہے بلکہ نزاع
بیدعو من دون اللہ اور فلا تدعو مع اللہ وغیرہ کے خاص مقامات اور
ما فوق الاسباب دعا بیدعو میں ہے۔ خوب سمجھ لو۔

اور جو شخص کسی اور کو اللہ سمجھ کر پکارتے گا تو اس کا رتی رتی کا حساب اللہ تعالیٰ
کے ہاں ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے :-

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا
بُذْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ
رَبِّهِ ط (پہا، مومنون، ۱۷)
اور جو کوئی پکارتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے
اللہ کو بلا دلیل، تو اس کا حساب ہوگا اس کے
رب کے نزدیک۔

اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو سمجھانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :-

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا
يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ
فَأِنَّكَ إِذَا مَنَّ الظَّالِمِينَ هَ وَ إِنْ
يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ
لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُبْرِدْكَ بَخَيْرٍ
فَلَا رَآدَ لِفَضْلِهِ ط (پہا، یونس، ۱۷)
اور مت پکارو اللہ تعالیٰ کے نیچے جسے کو کہ نہ
بھلا کرے تیرا اور نہ بُرا، پھر اگر تو ایسا کرے
تو تو بھی اس وقت ہوگا ظالموں میں، اور
اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں
اس کو ہٹانے والا، اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی
تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔

ان آیات سے یہ بات بخوبی اور بلا شک و شبہ ثابت ہو چکی ہے کہ غیر اللہ
کو ما فوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور شکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا
شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔

یہ یاد رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لیے پکارنا، بیماری
میں علاج کے لیے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا، کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں اپنے
کسی دوست، عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنا یہ نہ تو
شرک ہے اور نہ اس سے ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ کو اللہ بنانا لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب
کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہے نہ کہ سلسلہ اسباب کے ما فوق بخلاف اس کے جو
شخص بھوک، پیاس، بیماری یا دیکھ درد میں کسی غیر، دلی شہید اور بزرگ کو پکارتا ہے جو
سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنی قبور میں آرام فرماتے ہیں۔ تو اس پکارنے کے
یہ معنی ہیں کہ وہ ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے اور اس کو اس معنی میں

متصرف فی الامور مانتا ہے کہ مشکل کشائی، حاجت روائی، پناہ دہندگی، امداد و اعانت و خبر گیری و حفاظت میں فوق الطبعی طور پر اسباب کو حرکت میں لاسکتے ہیں اور یہی اصل شرک ہے۔

ما فوق الاسباب طریق پر امید و نفع اور دفع مضریت کے وقت غیر اللہ کو پکارنا اس لیے شرک ہے کہ شرک کے اصولی طور پر تین ستون ہیں۔

(۱) یہ کہ پکارنے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں وہ میرے حال سے آگاہ اور میری مصیبت کی اس کو خبر اور علم ہے۔ یعنی عالم الغیب یا عالم مآکان و مایکون ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے نیچے دو منزل کو قیامت تک بھی اگر پکارا جائے تو ان کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی وَهُوَ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفُلُونَ۔ (اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی)۔

(۲) یہ کہ پکارنے والا سمجھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ میری حالت کو دیکھتا اور میری آواز کو سنتا ہے یعنی حاضر و ناظر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ
وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ
کہ اگر تم ان کو پکارو وہ سنیں نہیں پکارتی اور اگر سنیں
پہنچ نہ سکیں تمہارے کام پر (بجلا دوسرے بجز پروردگار
کے اور کون آواز سنتا ہے اور پھر کام پورا کیے جاتے)

(۳) پکارنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ مجھے نفع دینے اور تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں، نہ زمینوں میں نہ آسمانوں میں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے
فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ
وَلَا تَحْوِيلًا
سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ حصول دیں تمہاری
تکلیف اور نہ بدل دیں۔

قاریین کرام! علمائے اُمت نے اس مسئلہ کی حقیقت کو جب سمجھا تو نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ان تینوں چیزوں کا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر

کی۔ چنانچہ حضرات فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:-
من قال ارواح المشايخ حاضرة
تعلقه يكفر ط
جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر
ہیں، اور وہ جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر
(فتاویٰ بزاز یہ ص ۳۲۶ و بحر الرائق ص ۵ ص ۱۲۴) ہو جائیگا۔

اس عبارت میں حضرات فقہائے کرام نے پہلی دو چیزوں کو (یعنی غیر اللہ کو عالم الغیب اور حاضر ناظر سمجھنا) بیان کر کے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔
اور تیسری چیز کا حضرات فقہائے حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے یوں قلع قمع کیا ہے
کہ اگر کوئی شخص کسی ولی اور بزرگ کے لیے نذر و منت مانے تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیوں
کہ نذر ماننے والے کا خیال ہوتا ہے کہ (ان اہلیت یتصرف فی الامور دون اللہ و
اعتقادہ بذلك کفر؛ بحر الرائق ج ۵ ص ۲۹۸ مصری و شامی ج ۳ ص ۱۴۵، و مجموعہ
فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی ج ۲ ص ۹۴) میت اللہ کے درے معاملات میں تصرف
کرتی ہے اور اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

لطیفہ :- وہ لوگ جو شرک صرف بتوں کے ساتھ ہی عقیدت والستہ رکھنے کو
سمجھتے ہیں۔ وہ حضرات فقہائے کرام کی ان عبارات کا کیا جواب ارشاد فرمائیں گے
جن میں مشائخ اور میت کے الفاظ موجود ہیں۔ کیا مشائخ اور میت بھی کوئی بت ہوتے
ہیں؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

مفتی احمد یار خان صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام
سے مدد مانگنا جائز ہے الخ (جاء الحق ص ۱۸۳) اور پھر آگے لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء
سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین
قانون اسلامی اور مشاء الہی کے بالکل مطابق ہے۔ جناب معراج میں نماز اولیٰ پچاس
وقت کی فرض فرمائی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں
آخر یہ کیوں؟ اھ (جاء الحق ص ۱۹۴)

مفتی احمد یار خان صاحب نے جتنی آیات اور احادیث پیش کی ہیں ایک بھی ان کے اس دعوے کی دلیل نہیں ہے۔ (حدیث معراج کا جواب آگے آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ) غرض کہ مافوق الاسباب طریق پر غائبانہ استعانت و استدعا غیر اللہ سے ناجائز ہے۔ بعض لوگوں نے اپنے دعوے پر بعض بزرگان دین کے غیر معصوم اقوال پیش کئے ہیں جو حقیقی طور پر انہوں نے کئے ہیں جو خود قابل تاویل ہیں نہ یہ کہ انہوں نے قطعہ کے مقابلہ میں وہ صیح ہیں اور بعض معجزات اور کمالات ہیں جو محل نزاع نہیں دیکھتے راقم کی کتاب راہ ہدایت)۔ الغرض غیر متعلق دلائل سے استدلال و احتجاج اور غیر معصوم آراء و اقوال سے اثبات عقائد مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کے ہم مشرب رفقاء ہی کو زیب دیتا ہے۔ یہ اسنی کی ہمت ہے کہ وہ یہ لکھتے ہیں۔

ع۔ ”اللہ کو بھی پایا مولیٰ ترمی گلی میں“ (جاء الحق ص ۱۸۶) اور تفسیر روح البیان شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ”شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں کہ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گردوں، اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے۔“ (جاء الحق ص ۱۸۷)

بحان اللہ! یہ ہے مفتی صاحب کی وزنی دلیل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام التسمیات تو انظار معجزات اور مجرم اور نافرمان اقوام کی تباہی و بربادی کا اختیار نہ حاصل کر سکے بلکہ قُلْ مَا عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بہ الایت سے امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعلان کرنے کا حکم خداوندی موصول ہوا۔ مگر بقول ان حضرات کے شیخ صلاح الدین تمام کائنات کو فنا کرنے اور آسمانوں کو زمین پر مے مارنے پر بھی قادر ہو گئے ہیں۔ ع۔

”اس کا راز تو آید و مرداں چیں کنند“

اور مفتی احمد یار خان صاحب جو ش بیان میں آتے ہیں تو ص ۳۰۲ میں تفسیر صاوی کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کر کے اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:-

”اس آیت (وَلَمْ تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ) میں اُن خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے الخ“

مگر مفتی صاحب یہ بتانے کی مطلقاً زحمت گوارا نہیں کرتے کہ صاوی والا تیرہویں صدی کا غیر معتبر اور رطب و یابس اقوال جمع کرنے والا ایک نیم شیعہ مفسر ہے، یہ ہے مفتی احمد یار خان صاحب کی کارستانی، فوا اسفا۔ مگر حیرت ہے کہ اب دنیا میں ایسے لوگ بھی مفتی بن گئے ہیں۔

رقیبان جہاں کی گھٹتیوں کو کون سلجھائے کشاکش کی فضا ہے کوئی بونہی درازی مفتی احمد یار خان صاحب نے حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب (متوفی ۱۳۳۶ھ) کی دایا کے نستعین کے حاشیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے:-

”ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل کچھ کہ استعانت ظاہری اُس سے کرے تو یہ جائز ہے، کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ بس فیصلہ ہی کر دیا الخ (جاء الحق ص ۱۹۱) اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (متوفی ۱۳۴۲ھ) کے املاد الفتاویٰ ج ۴ ص ۹۹ کی اس عبارت کو کہ:-

”جو استعانت و استدعا باعتقاد علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک

ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت

کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستند نہ ہی ہو یا نہ“

لکھ کر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ بس فیصلہ ہی فرما دیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت

مان کر اُن سے استدعا جائز ہے اگرچہ میت ہی ہو الخ (جاء الحق ص ۱۹۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ فریق مخالف کا نظریہ معلوم نہیں کہ وہ مستقل اور غیر مستقل کا کیا مفہوم مراد لیتا ہے مگر ہمارے اکابر جو کچھ فرماتے ہیں وہ سن لیجئے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں منقول ہے :-

” قدرت و اختیار چیز ہے عطا فرمودن و قوت اقتدار ان تفویض نمودن مضمون دیگر است و فعل خالص خود در چیزے ظاہر کردن مضمونے دیگر مثلاً تو ان گفت کہ زید بقلم نوشت و فعل خاص خود کہ کتابت است در قلم ظاہر کرد و نہی تو ان گفت کہ زید قدرت و اختیار حرکت و قوت اقتدار کتابت بقلم سپرد زیرا کہ قلم تا وقتیکہ مثل زید انسان نشود قدرت و اختیار حرکت و قوت و اقتدار از کتابت حاصل نمیتوان کرد و خاصہ انسان بدست نتوان آورد الی ان قال کہ قدرت و اختیار افعال خاصہ احدیت و قوت و اقتدار آثار مختصہ صمدیت بکے یا چیزے سپردن از مرتبہ امکان برتر ہے و جب بمودن است الخ“ (ج ۲ ص ۲۲)

اور پھر ج ۳ ص ۲۲ پر لکھا ہے کہ :-

” لفظ علم ذاتی و تصرف استقلال مثل اک کہ در کلام بعض علماء مشرک مولانا شاہ ولی اللہ شاہ عبد العزیز بہ نسبت بکھار واقع شدہ مراد ازال ہمیں اثبات قدرت و اختیار از در گاہ پروردگار است کہ موجب شرک کفار ناجکار است ورنہ مشرکین عرب ذات و صفات اصنام را مخلوق خدا و قدرت و اختیار انہما عطا فرمودہ جناب کبریا بیدتند“ اس سے معلوم ہوا کہ مستقل تصرف کا یہ معنی بہرگز نہیں کہ وہ تصرف ان کا خانہ زاد ہو بلکہ وہ اختیار اور تصرف خدا تعالیٰ ہی کا عطا فرمودہ ہے (اور ایسا تصرف ماننا بھی شرک ہے) جیسا کہ تمام عدالتیں فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ بسا اوقات اعلیٰ احکام کے خلاف بھی فیصلہ صادر کر دیتی ہیں حتیٰ کہ صوبہ اور مرکز کے خلاف بھی مگر ان کے اختیارات عدالت بالا کے محکام اور ملکی آئین ہی کے تحت اور انہی سے حاصل ہوتے ہیں اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں ان کو معزول

بھی کر سکتی اور کرتی رہتی ہیں، تصرف مستقل کا یہ معنی محتویٰ ہی ہے کہ ان کو یہ اختیارات خود اپنی طرف سے حاصل ہوں، جب خود ان کا وجود غیر مستقل ہے تو ان کی کیفیت کا استقلال کیسے؟ چنانچہ خود حضرت مولانا تھانویؒ اپنی آخری تالیف میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

” اور مستقل بالناظر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیے ہیں کہ وہ اس کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس کی تفویض اختیار سے معزول کر دے“ (بواور النوار ص ۸۶)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ اکابر جس معنی کو مستقل فرما رہے ہیں وہی مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کی اصطلاح میں غیر مستقل کے ہیں اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو اپنے کچھ کام تفویض کر دیے ہیں جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ اور بدور بارغہ کی عبارت سے بیان ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

باقی حضرت تھانویؒ نے جو کیا شفیخ العجا وخذ بییدی الخ فرمایا ہے جس سے غیر اللہ سے استعانت کے بارے میں مفتی صاحب کو دھوکا ہوا ہے تو اس کا پورا جواب تو راقم الحروف انشاء اللہ تعالیٰ علماء دیوبند کی عبارات کے جوابات میں عبارات اکابر ہند دوم میں عرض کرے گا، سر دست یہی کافی ہے کہ مفتی صاحب کو اس کے جواب کے لیے خود مولانا کی ”نشر الطیب“ ص ۲۵۳ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صاف ہو جائے گی۔

حضرت مولانا تھانویؒ حدیث توسل میں لفظ یا محمد کی تشریح میں فرماتے ہیں اور مذاکشبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں مذاکشبہ غائب لازم نہیں آتی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے مذاکشبہ بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال

سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں (مفتی احمد یار خاں کی طرح۔
صدقہ غلو کہتے ہیں اسی لیے اُن کو منع کیا جاتا ہے بلکہ اُن کی حفاظت کے لیے
خواص کو بھی روکا جاتا ہے تیسرے وہ حضرات یہ نادر حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے
اب اس میں بھی غلو ہے پس اُن کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن
سکتا۔ کار پا کاں راقی اس از خود دیگر

اور یہی مراد ہے احقر کے اپنے اس قول سے آغاز فصل ہذا میں جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ
رکھے انتہی بلفظ (نشر الطیب ص ۲۵۳ طبع جدید برقی پریس دہلی) اس سے معلوم ہوا کہ
حضرت تھانویؒ نہ تو یا رسول اللہ خذ بیدی کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں اور نہ حاجت روا بلکہ محض عشق و محبت اور شوق کے طور پر ایسا فرماتے
ہیں اس قصہ سے کہ فرشتے ہماری یہ بات حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کر
دیں گے۔ بریلوی حضرات کے مشورہ اور محقق عالم مولوی عبد السمیع صاحب ایسے ہی مذاق
اشعار کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر کئے ہیں وہ اس لیے ہیں چونکہ تصور آپ
کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبہ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ باعث حضور فی الذہن کے
کرتے ہیں الخ (انوار ساطعہ ص ۲۲۸) پھر آگے لکھتے ہیں کہ۔ پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھ
لو جو کوئی کہتا ہے۔

تمنا ہے نام پر قربان یا رسول اللہ۔ قد ہے تم پر میری جان یا رسول اللہ
اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اس کی جملہ خبر یہ ہے
گو اس نے لفظ مذاتیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر
پکارتا ہے ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جاتے ہو یہ کہہ کر
کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ
قاعدہ غلط ہے (ص ۲۲۹)

اور پھر آگے لکھتے ہیں۔ اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہ یا رسول اللہ اُس کی نسبت ہم یہ کہتے
ہیں کہ شرح ملا اور غایتہ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنی اَدْعُو ہے اور ادعو کے
معنی ہیں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جس نے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعدہ عربی
سے یہ ہوتے کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یعنی ان کو یاد کرتا ہوں ان کا نام لیتا ہوں کہو
اس میں کیا شرک کیا کفر ہو گیا؟ اور یہ بھی ضابطہ کلام عرب میں لفظ یا کی نسبت محض چکا
ہے ینادی بہا القدیہ والبعید یعنی پکارا جاتا ہے لفظ یا کے ساتھ نزدیک و
دور ہر طرح اھ (ص ۲۳۰) اور مافوق الاسباب کا معنی راقم کی کتاب راہ ہدایت ص ۱۲۴
اور ص ۱۲۵ میں ملاحظہ کریں۔

مولوی محمد عمر صاحب نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف ایک مصنوعی اور جعلی قصیدہ
منسوب کر کے اُس سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد و استعانت
کے جواز پر استدلال کیا ہے اور پھر اس مورچہ کو محفت میں سر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے
کہ اب تم اپنی حقیقت کو امام ابو حنیفہؒ کے عقیدہ کی کسوٹی پر پرکھو کہ واقعی تم حنفی ہو یا نہیں اور
استمداد من عباد اللہ کا انکار کر کے حنفی کہلانے کے حقدار ہو یا دہلی؟ انتہی بلفظ مقیاس
حقیقت ص ۲۸۱ ونحوہ فی جاہ الحق ص ۱۹

مگر مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام صاحب کی شخصیت کوئی گنہگار
شخصیت نہیں ہے کہ ان کی طرف ہر ناپ شناپ کو منسوب کر کے منوالیا جائے
اور اس سے عقیدہ باطلہ ثابت کر لیا جائے۔ نہ تو یہ جعلی قصیدہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے
اور نہ وہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب استمداد کے قائل ہیں خود ان کی اپنی تالیف فقہ الاکبر
دیکھیں کہ وہ کیا عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو بھی دلائل مولوی محمد عمر صاحب
وغیرہ نے پیش کئے ہیں ان میں ایک دلیل بھی انکے باطل مدعا کو ثابت نہیں کرتی کیا خوب
کھلتی دیکھی نہیں کلی دل کی

یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ بعض حضرات کو بلا وجہ شبہ اور وہم ہوا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ

کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الاکبر ان کی تصنیف نہیں بلکہ یہ ابو حنیفہ البخاریؒ کی تالیف ہے لیکن یہ ان حضرات کا بالکل بے جا بی حقیقت اور نراوہم ہے ہم نے مقام ابی حنیفہؒ اور مقدمۃ البیان الاذہر میں اس پر بقدر ضرورت بحث کر دی ہے مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفی ۳۸۵ھ) اپنی معلومات افزا کتاب الفہرست لابن النہیم (جو اسنوں نے ۳۸۵ھ میں تصنیف کی ہے) میں لکھتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم اور الریاض القدریہ وغیرہ امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف ہیں (ملاحظہ ہو ص ۲۹۹ طبع مصر) اور علامہ ابن مصلطہ المعروف بطاش کبری زادہ (المتوفی ۹۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور العالم والمتعلم حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف ہیں معتزلہ نے یہ اختراع کیا ہے کہ یہ ان کی نہیں بلکہ ابو حنیفہ البخاریؒ کی ہیں معتزلہ کا یہ زعم ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ان کے مسلک پر تھے اور الفقہ الاکبر وغیرہ میں تو ان کا رد ہے تو پھر بجا بقول ان کے کہ یہ ان تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟ اور فرماتے ہیں کہ امام شمس الدین کردوبیؒ امام فخر الاسلام بن دویؒ امام عبدالعزیز البخاریؒ اور مشائخ کی ایک ٹہنی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ الفقہ الاکبر وغیرہ امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف ہے (محمّد مفتاح السعاده ومصباح السیاده ج ۲ ص ۲۹)

باب یازدہم

آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مشرکین عرب غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے، اور ان سے نفع اور ضرر کی امیدیں وابستہ رکھتے تھے تو ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ وہ خدا تعالیٰ سے بالکل نظر ہٹا لیا کرتے تھے یا ان کو یہی متقل بالذات سمجھ کر پکارا کرتے تھے یا ہمیشہ غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے اور کبھی بھولے سے بھی خدا کو یاد نہ کرتے تھے لہذا وہ مشرک تھے لیکن کلمہ پڑھنے والوں کے دل میں تو خدا تعالیٰ کی ذات ہی ہوتی ہے وہ کسی کو مستقل بالذات با اختیار نہیں سمجھتے، اور اللہ تعالیٰ کو بھی وہ پکارتے ہیں تو اس کا جواب قرآن کریم اور حدیث وغیرہ سے سن لیجئے :-

① وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَنْصُرُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ط قُلْ أَتَسْتَبِئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَخْلُقُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ط سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (پ، یونس، ص ۷۷)

اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ورے اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے ان کو نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔ تو کہہ کیا بتلاتے ہو اللہ تعالیٰ کو وہ چیز جو اس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

② وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ

اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس سے دوسرے حمایتی

أُولَئِكَ مَا نُنَادِيهِمْ إِلَّا يُفْتَدُوا بِنُفْسِهِمْ إِلَى اللَّهِ زُلْفَى (پکا، زم ۱۷۷ ع) کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچا دیں ہیں

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین جو غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے یا ان کو پکارتے تھے، تو ان کو مستقل سمجھتے تھے، اور نہ خدا، بلکہ ان کو خدا تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ اور واسطہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے کام اور ہماری حاجتیں خدا تعالیٰ کے پاس پیش کرتے ہیں اور ہماری سفارشیں کرتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مافوق الاسباب سفارش (یعنی غائبانہ) کو بھی شرک کہا ہے پہلی آیت کے آخر میں عَمَّا يَشْكُرُونَ میں اس کو صاف شرک سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ :- کہیں آپ کو یہ غلط فہمی نہ واقع ہو جائے کہ ان دونوں آیتوں میں تو عبادت کا لفظ موجود ہے۔ پکارنے کا تو نہیں لیکن یہ وہم بے جا ہو گا، کیونکہ دُعا اور پکارنا خود عبادت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝ اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکار دو کہ میں سچوں تمہاری پکار کو بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری پکار سے وہ غریق داخل ہونگے

دفعہ میں ذیل ہو کر۔ (پکا، المؤمن، ۷۷ ع) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دُعا اور پکارنے کو عبادت تعبیر کیا ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ قَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ - الْآيَةُ (ترمذی ۲۷۳۱، ابوداؤد ۲۸۸۷ و ابن ماجہ ۲۸۷۷ و طحاوی ۱۰۸۷۱ و ابوالمفرد

۱۰۵ متدرک ص ۲۹۹ وقال الحاكم و امام حاکم اور علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث الذہبی صحیح وقال الترمذی حسن صحیح ہے امام ترمذی اس کو حسن اور صحیح کہتے ہیں اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایسا پکارنا عبادت ہے بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے :-

ليس شئ اكرم على الله من الدعاء (ادب المفرد ص ۱۰۵ متدرک ص ۲۹۹) اللہ تعالیٰ کے نزدیک پکارنے سے بڑھ کر پیاری اور عزیز چیز اور کوئی نہیں ہے۔ قال الحاكم والذهبي صحيح

ایک اور روایت میں آتا ہے :-

اشرف العبادۃ الدعاء (ادب المفرد ص ۱۰۵) تمام عبادتوں سے اشرف اور اعلیٰ عبادت دُعا اور پکارنا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے :-

الدُّعَاءُ سَلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَعِمَادُ الدِّينِ (متدرک ص ۲۹۹ قال الحاكم والذهبي صحيح) پکارنا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور اس کی جڑ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :-

افضل العبادۃ هو الدعاء (متدرک ص ۲۹۹ قال الحاكم والذهبي صحيح) بہترین عبادت پکارنا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد نبوی سے :-

من لا يدعو الله يغضب عليه (متدرک ص ۲۹۹) اُس پر ناراض ہوتا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کو نہیں پکارتا اللہ تعالیٰ

آپ دیکھ اور پڑھ چکے ہیں کہ دُعا (پکارنا) عبادت بھی ہے اور عبادت بھی اشرف العبادت بھی ہے اور افضل العبادت بھی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا اور پکارنے سے بڑھ کر کوئی اور مقبول اور عزیز عبادت نہیں ہے۔

مگر کہنے والے کہتے ہیں کہ خواندن اور نماز و نودن شرک نہیں ہے۔ تعجب اور حیرت ہے ان کی دیانت پر!

حضرات! اگر عباد الدین، اشرف العبادۃ اور مخ العبادۃ ہوتے ہوئے بھی غیر اللہ کو مضافاً الاسباب طریق پر جیسا کہ اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے، پکارنا عبادت اور شرک نہیں ہے تو دنیا میں شرک کیا چیز ہے؟ علامہ محمد طاهر حنفی راجع البارج ص میں لکھتے ہیں:-

فإن العبادۃ وطلب الحاج والستعانة
یعنی عبادت، حاجتیں مانگنا اور استعانت
حق اللہ وحدہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور قاضی ثناء اللہ صاحب کی عبارات
آخر میں بیان ہوں گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

ان احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ مضاف الاسباب طریق پر کسی کو پکارنا اس کی عبادت کرنا ہے اور ایک معنی عبادت کا یہ ہے کہ کسی کی منت اور نذر مانی جائے۔ چنانچہ حضرات فہمائے حنفیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی بزرگ اور ولی کے نام پر نذر مانے اس کی نذر باطل ہے۔ اس کے بطلان کی کئی دلیلیں ہیں۔ ایک یہ ہے:-

النذر عبادۃ والعبادۃ لا یجوز
للمخلوق۔ (بحر الرائق ص ۵۹۸ و شامی ص ۳۵۷)

مشرکین مکہ و عرب کا بڑا شرک یہی تھا کہ وہ غیر اللہ کو مضاف الاسباب طریق پر پکارتے تھے اور ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے تھے۔ اور یہی دو چیزیں عبادت کا معنی اور اس کا گروہ ہیں، اور یہی دونوں عبادتیں آج بھی غیر اللہ کے نام پر ہو رہی ہیں۔ فوا اسفا!

۳) مشرکین عرب مسجد حرام کا طواف کرتے وقت یہ تلبیہ پڑھا کرتے تھے:-
لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكَ

ہم حاضر ہیں تیرا ذاتی اور مستقل طور پر کوئی شریک

ہو لک تم لک و ما ملک (او کہا قال
مسلم ص ۲۲۴ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۴)

نہیں مگر وہ شریک (جس کو تو نے اختیارات
میں رکھے ہیں) وہ تیرا (یہی مقرر کردہ) ہے تو اس

کا مالک ہے اور وہ مالک نہیں

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین لَا شَرِيكَ لَكَ کہہ کر ذاتی اور مستقل طور پر خدا تعالیٰ کے شریک کی نفی کیا کرتے تھے اور لَا شَرِيكَ لَكَ ہولک تملک و ما ملک سے جو خدا تعالیٰ کا شریک بناتے تھے، تو ساتھ ہی اس کی تصریح کرتے تھے کہ وہ تیرا ہی ہے اور خود وہ کسی چیز کا ذاتی اور مستقل طور پر مالک نہیں بلکہ تو ہی اس کا مالک ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین جس کو خدا تعالیٰ کا شریک بناتے تھے تو اس کو خدا تعالیٰ کا مملوک، تابع فرمان اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں بے بس سمجھتے تھے اور یہ تلبیہ سے پہلے عمرو بن لُحی نے پڑھا تھا (البیہار النہایہ ص ۱۸۸) جو عرب میں شرک کا موجد اور اس کا بانی مہمانی تھا۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۴ وغیرہ) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ:-

ان الله هو السيد وهو المدبر
لكنه قد يخلع على بعض عباده
لباس الشرف والتأله ويجعله
متصرفاً في بعض الامور الخاصة
ويقبل شفاعته في عبادہ بمنزلة
ملك الملوك يبعث على كل قطر
يقلده تدبير تلك المملكة فيما
عدا امور العظام

آقا تو خدا تعالیٰ ہی ہے اور وہی مدبر بھی ہے لیکن
وہ کبھی اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور الوہیت
کا لباس پہنا دیتا ہے اور ان کو بعض خاص کاموں
میں تصرف کرنے کا حق دیتا ہے اور ان
کی اپنے بندوں کے حق میں شفاعت قبول کر
لیتا ہے جیسے شہنشاہ بڑے کاموں کے علاوہ
خاص خاص صوبوں میں اپنے نائب مقرر کرتا
ہے اور ان خاص صوبوں کے کچھ اختیارات
ان کے سپرد کر دیتا ہے۔

(حجة الله البالغة ص ۱)

اور حضرت شاہ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت کا زندگی پر اور الحاد یہ بھی تھا۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہاں فرشتوں اور ارواح (پاکان) کے کچھ ایسے نفوس ہیں جو زمین والوں کی بڑے کاموں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں تیر کر رہے ہیں مثلاً عابد کے نفس کی اصلاح اس کی اولاد اور مال کی حفاظت اور نیکوئی وغیرہ اور اس کو وہ اس مثال سے بیان کرتے تھے کہ جیسے بادشاہ اپنی حدود و مملکت کے کچھ اختیارات چھوٹے چھوٹے نوابوں اور گورنروں کے سپرد کر دیا کرتا ہے، اور وہ اس کے عطا کردہ اختیارات سے تصرف کرتے ہیں۔ اور جیسے ہر آدمی کی رسائی بادشاہ تک براہ راست نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ بادشاہ کے خاصگی دوستوں اور ہم نشینوں کی سفارش سے بادشاہ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ بعینہ یہی طریقہ ہے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض امور عالم اسباب میں فرشتوں کے سپرد کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی معائیں قبول کر لیتا ہے، تو اس سے ان لوگوں نے یہ غلط نظریہ قائم کر لیا کہ شاید فرشتوں اور نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی اختیارات سونپ دیے ہیں جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنے گورنروں اور ماتحت حکام کو سونپ دیا کرتا ہے اور یہی ان کے فساد و عقیدہ کی بنیاد اور جڑ تھی کہ انہوں نے بن دیجھی چیز کو دیکھی ہوئی چیز پر قیاس کر لیا۔ اور کھلی غلطی کا شکار ہوئے۔ (حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲۵)

اور دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں :-

مشرکوں کا مسلمانوں کے ساتھ اس بات پر مکلی اتفاق تھا کہ بڑے بڑے اور اہل و محکم کاموں میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی اختیار نہیں دیا۔ لیکن وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جو ان سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقرب الی اللہ کی وجہ سے بارگاہ الہی میں مقبول اور مقرب ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو جزوی طور پر

الوہیت (عاجت روانی، فریاد رسی، مشکل کشائی، پناہ دہندگی، امداد و اعانت، خبر گیری و حفاظت اور استجابت دعوات وغیرہ) کا منصب عطا فرمایا ہے سو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف سے عبادت (سجدہ مصیبت میں پکارنا، نذر و نیاز وغیرہ) کے مستحق ہیں جیسا کہ کسی بادشاہ کا کوئی خادم اس کی خدمت کرتا ہے اور بادشاہ اس کی خدمت کا صلہ یوں دیتا ہے کہ کسی اقلیم اور خطہ ارضی کا حاکم اسے مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ من وجہ مخدوم ہو جائے اور لوگ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں، اور وہ لوگ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند و بالا ہے اور ہمارے جیسے ضعیف اور کمزور لوگوں کی عبادت براہ راست اللہ تعالیٰ تک کب پہنچ سکتی ہے؟ اس لیے ہمیں پہلے ان درمیانی واسطوں کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیے اور ان کا تقرب حاصل کرنا چاہیے تاکہ یہ ہم سے راضی ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا رابطہ اور تعلق جوڑ دیں تاکہ ہم بھی خدا تعالیٰ تک پہنچ سکیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ درمیانی واسطے ہمارے دعائیں اور پکاریں سننے اور ہمارے حالات دیکھنے ہیں اور ہمارے لیے سفارشیں کرتے ہیں اور ہمارے کاموں میں ہماری مدد اور نصرت کرتے ہیں پھر ان لوگوں نے ان کے ناموں پر پتھروں کے مجسمے تراش لئے تاکہ یہ ان کی توجہ کامرکزی اور قبلہ بن جائیں (حجتہ اللہ البالغہ ص ۵۹)۔

اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نام بھی عبدالمسیح اور عبد العزیز وغیرہ رکھ لیے تھے۔ (حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲۶)

حضرات! آج بعض کلمہ گو مدعیان اسلام کا بھی یہی شرک ہے۔ ایک رتی فرق نہیں ہے۔ کیا مافوق الاسباب سفارشوں کا نظریہ ان میں آج موجود نہیں ہے؟ یا عبد الرسول، عبد النبی اور پیرانہ وغیرہ نام آج سننے میں نہیں آتے؟ شراب شرک تو وہی پرانی ہے البتہ بوتلوں کی رنگت بدل دی گئی ہے، اور لیبل بھی اسلامی لگایا گیا ہے۔ (فوا اسفا)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ جہاں کا مذہب تو خدا تعالیٰ ہی کا ہے۔ لیکن وہ اپنے بعض بندوں کو جہاں کے مخصوص خطوں میں تصرف کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔ (وہی جملہ موشا امتصاف فی قسط من العالم) (ردور بارغہ ص ۱۲۳)۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا یہی عقیدہ تھا اور :-
والغلاۃ من منافق دین محمد صلی
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے دین کا نام لینے والے انتہائی درجہ کے منافقوں
اللہ علیہ وسلم فی یومنا هذا
کا بھی آج یہی عقیدہ ہے۔

(ردور ص ۱۲۴)

حضرت شاہ صاحب نے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ مشرکین خدا تعالیٰ کو مذہب اور تمام جہاں کا بادشاہ مان کر بعض جزوی اور محدود قسم کے اختیارات (جن کا تعلق تکوینی امور سے تھا) عطا کر دیا اور غیر مستقل طور پر غیر اللہ کے لیے ثابت کرتے تھے، اور ان کے اس عقیدہ کو مشرکین کی منطق کے اعتبار سے شاہ صاحب نے شہنشاہ اور ماتحت کے حکام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ صوبوں کے گورنروں اور اضلاع کے کلکٹروں کو جو ضروری اختیارات اور تصرفات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ صرف بادشاہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تو مشرکین کا عقیدہ تھا۔ لیکن بزرگ خود ذرا اسلام کے شیعائیوں کے قائد کا

ایک ہی شعر ملاحظہ کر لیجئے :-

احد سے احمد اور احد سے تجھ کو

(حدائق بخشش ص ۲۵)

کن اور بکن کن مکن چاہل ہے یا غوث

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی لکھتے ہیں :-

”وہ تصرف و کائنات جزئیہ مانند کشادہ کردن رزق و دادن اولاد و دفع

املاش و غیر اراج و مانند آن بکار می آرند۔ ایں خود شرک صریح است و دریں مقام

(فتاویٰ شاہ رفیع الدین صاحب ص ۶)

عذرے نیست ؟

حضرات! ہم نے قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ کی عبارات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ غیر اللہ کے لیے عطائی اور غیر مستقل طور پر بھی (اگرچہ تمام جہاں کے لیے نہ ہو بلکہ مخصوص خطہ میں اور بعض امور میں ہی ہو) تکوینی امور میں خدا تعالیٰ کے بندوں کا تصرف ماننا اور ان کو خدا تعالیٰ کے کارندے تصور کرنا شرک صریح ہے، اور اس میں کوئی بھی معذور نہیں ہو سکتا۔ رہا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وغیرہ احادیث سے فریق مخالف کا استدلال، تو ہم نے اپنے رسالہ ”دل کا سرور“ میں نہایت وضاحت سے حدیث کا معنی اور مطلب اور کافی دشانی جواب عرض کر دیا ہے۔ اس کی مفصل بحث اور تحقیق اُسی میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ اگرچہ مشرکین عرب بعض جزوی امور اور معاملات (اور تکوینی امور) میں خدا تعالیٰ کے بندوں کو عطائی اور غیر مستقل طور پر تصرف اور سفارش مانتے تھے۔ لیکن بڑے بڑے کاموں اور انتہائی مصیبتوں میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب ان کے اذنان اور قلوب کیلئے وقت بالکل نکل جاتے تھے۔

قُلْ اَرَوْيْتُمْ كُمُ اِنْ اَتَتْكُمْ عَذَابُ	تو کہہ دیجھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ تعالیٰ کا یا
اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمْ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ	آوے تم پر قیامت، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور
تَدْعُونَ اِنْ كُنْتُمْ حٰطِدِیْنَ	کو پکارو گے۔ بناؤ اگر تم سچے ہو، بلکہ اسی کو
بَلْ دِیَآءُ تَدْعُونَ فِیْهِ كُفْرًا تَدْعُونَ	پکارو گے، پھر وہ دُور کرے گا اس مصیبت کو
اِلَیْهِ اِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تَشْرِكُوْنَ	جس کے لیے تم اس کو پکارو گے۔ اگر اس کی
(پ، انعام، رکوع ۴)	معنی ہوئی اور تم قبول جاؤ گے جو تم شرک کرتے ہو۔

(۲) فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا
اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا
خَجَلُوا إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ هـ
پھر جب سوار ہوتے کشتی میں پکارنے لگے اللہ تعالیٰ
کو خالص اسی پر رکھ کر اعتقاد پھر جب بچا لیا
ان کو زمین کی طرف، اسی وقت لگے شرک
کرنے۔ (پٹ، عنکبوت، ج ۱)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ کے موقع پر اس خوف کے مارے کہ کہیں میں
اپنی اسلام دشمنی کی پاداش میں قتل نہ کر دیا جاؤں، بھاگ کر سمندر میں ایک کشتی پر سوار
ہو گئے۔ جب کشتی بھڑور میں موجوں کے تھپیڑوں سے دوچار ہوئی تو ملاجوں نے کہا
”اخلصوا فإن الہتکم لا تغنی عنکم شیئاً ھہنا“ (خالص اللہ تعالیٰ
کی ذات پر یقین کرتے ہوئے اسی کو پکارو کیونکہ تمہارے دوسرے الہ اس موقع پر
کسی کام نہیں آسکتے۔)

حضرت عکرمہ نے کہا: اگر سمندر میں وہ کام نہیں آسکتے تو خشکی پر اللہ تعالیٰ
کے سوا کون کام آسکتا ہے؟ پھر عزم کیا کہ اے اللہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے
اس مشکل سے نجات دی تو میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک
پر بیعت کر لوں گا کیونکہ یہی سبق تو ہمیں وہ بتلاتے ہیں جس سے ہم بھگے بھاگے
پھرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اور انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور
مسلمان ہو گئے۔ (سنائی ۲ ص ۱۵۲ والبدایہ والنہایہ ۴ ص ۲۹۸ والصارم المسلول ص ۱۹)
حضرات ایہ مشرکین کا وہی گروہ تھا جو خشکی پر یا ابراہیم اغثنی اور اعلیٰ ہبل
اور یاعزہی وغیرہ کہا کرتے تھے۔ مگر موجوں کے تھپیڑوں میں وہ سب کچھ فراموش
کر کے صرف ذات باری تعالیٰ پر اعتماد کیا کرتے تھے اور صرف اسی کو پکارا کرتے
تھے اور ہر باحیا مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ درجہ ہے کہ ذلت نہیں سول کجبد

حضرت حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے قبل ایک مرتبہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے سوال کیا۔ حصینؓ!
میں نے کہا جی۔ فرمایا، کتنے انہوں کی تم روزانہ عبادت کرتے ہو؟
میں نے کہا۔ حضرت سات کی۔ ایک آسمان پر ہے اور باقی چھ زمین پر۔
آپ نے فرمایا:-

فَإِنَّهُمْ تَعْدِلُ غَيْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ
قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ
ان میں خوف اور جہا، اُمید و بیم کے لیے تم
کس الہ کو کام کا سمجھتے ہو؟ حضرت حصینؓ نے کہا
وہ تو وہی ہے جو آسمانوں میں ہے۔

(ترمذی ۲ ص ۱۸۶ مشکوٰۃ ص ۲۱۱)
آپ نے فرمایا۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہیں دو رکھے سکھا دوں۔
چنانچہ مسلمان ہونے کے بعد وہ دو رکھے انہوں نے سیکھ لیے۔ (رواہ احمد
والنسائی باسناد صحیحہ ہامش اغاثہ ص ۱۷۱)

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین اگرچہ بعض حالات میں
غیروں کو سفارشی مان کر پکارا کرتے تھے۔ لیکن جب انتہائی مصیبت کا شکار ہوتے
اور دریا کی موجوں میں مبتلا ہوتے تھے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور تمام
ما فوق الاسباب سفارشی بھول جاتے تھے لیکن جب خشکی پر قدم دھرتے تو وہی شرک
شروع کر دیتے تھے۔ یعنی غیر اللہ کو متصرف مان کر پکارنا۔ یہ تو قرآنی مشرک تھے۔ لیکن
آج کلمہ گو کیا کہا کرتے ہیں اٹنا ہی ہوگا:

”یا بہاء الحق بطیردھک!“

”یارھویں والیا نیکیاں تے مدد!“

اور پشتوں میں کہتے ہیں:-

یا پیرا بابا راد، رسیگا

لویاخوانان دا اورسیگا

اور یہ بھی آخر سنا ہی ہوگا۔

بگردابِ بلا اُفت و کشتی مدد کن! یا معین الدین چشتی
امداد کن امداد کن، از بندِ غم آزاد کن،

در دین و دنیا شاد کن، یا شیخ عبد القادر!

اور ایک غالی مشرک نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ
خدا سے ہیں نہ مانگوں گا کبھی فردوسِ اعلیٰ کو
مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

گویا آجکل کے کلمہ گو مشرکین کلمہ و عرب کو بھی چند قدم پیچھے چھوڑ کر ان پر بھی بعقوت
لے گئے ہیں۔ وہاں تو مشرکوں کو بھی یقین تھا کہ شفا صرف خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ فرمایا تو صناد نامی ایک کافر
نے کہا کہ میں جا کر اس مجنون پر (مراد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، العیاذ باللہ
تعالیٰ) جھاڑ پھونک کرتا ہوں۔ لعل اللہ یشفیہ علی یدی (مسلم ۱/۲۸۵ و مشکوٰۃ ۲/۵۳۵)
میں شاید کہ خدا تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ پر شفا دے۔

صناد تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شکار کرنے گیا تھا۔ مگر خود
شکار ہو گیا اور مسلمان ہو کر لوٹا۔ مگر افسوس کہ آج کلمہ پڑھنے والے بھی غیر اللہ سے شفا وغیرہ
کی امیدیں رکھتے ہیں۔ یاد ہے کہ علاج وغیرہ کرنا اور حکیم اور ڈاکٹر کی طرف بیماری میں رجوع
شکر نہیں، جائز اور صحیح ہے بلکہ توکل کے خلاف بھی نہیں، اس لیے آپ خلطِ مبحث
سے بچیں۔

رسالہ ”دل کا سرور“ میں اس کی پوری تشریح کر دی گئی ہے، وہاں اس مسئلہ کی سیر
حاصل بحث ملاحظہ کریں:-

باب نواز دہم

قرآن کریم میں جگہ جگہ مِنْ دُونِ اللہ کا جملہ آتا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ
غلط فہمی ہوئی ہے کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کو بالکل چھوڑ کر نَسِیًا مَنَسِیًا (مُجْوَلاً بِلہ) سمجھ
سمجھ کر غیروں کو پکارتے تھے یا ان کے نام پر نذر دیتے یا استعانت وغیرہ کرتے تھے،
اس لیے وہ مشرک تھے۔ لیکن یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ قرآن کریم و حدیث سے صاف
طور پر اس کا بیان گزر چکا ہے کہ مشرکین بنو کان خدا کو محض سفارشی سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ
تک پہنچنے کا ذریعہ ان کو بنتے تھے، کیونکہ نصر بن حجاج کے ساتھ پہلے یہ گزر چکا ہے کہ مشرکین
انتہائی مصیبت میں خدا تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔

اختصاراً دُونِ کا معنی قرآن کریم، حدیث، اشعار عرب اور لغت سے
معرض کیا جاتا ہے کہ دُونِ کا معنی ”دور“، ”پچھے“ اور ”سامنے“ کے بھی آتے ہیں
حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے بھاگ کر مدین پہنچے تو وہاں ایک کنوین
پر تشریف لے گئے اور وہاں:-

وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِ اُمَّرَاتٍ
تَذُو دَانِ ط (پٹ۔ قصص، ص ۷۷) پایا ان سے ورسے دو عورتوں کو کہ روکے
کھڑی تھیں اپنی بچیاں۔

یہاں دُونِ کا معنی ”غیر کے“ نہیں ورنہ معنی یہ ہو گا کہ وہاں لوگ نہ تھے۔ یہ دو بیویاں

ہی تھیں۔ اور یہ قرآن کریم کے مطلب کے خلاف ہے بلکہ دُون کا معنی درے کے ہے۔
اسی طرح :-

(۲) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا
(پہ، مریم، ج) سو حضرت مریم نے گھر والوں کے درے
(غسل کے لیے) پردہ بنایا۔

نیز ایک مقام پر ہے کہ :-

(۳) لَمْ يَجْعَلْ لَهُمُ مِّنْ دُونِهَا
سِتْرًا۔ (پہ، کہف، ج) ہم نے ان لوگوں کے لیے سورج کے درے
کوئی پردہ اور آڑ نہ بنائی تھی۔

وعلى هذا القياس اس جگہ میں کہ :-

(۴) وَجَدَ مِنْ دُونِهَا قَوْمًا ط
(پہ، کہف، ج) ذوالقرنین نے ان دو پہاڑوں کے درے
ایک قوم پائی۔

وغیرہ آیات میں لفظ دُون کا معنی اورے اور سامنے کے ہیں جیسا کہ عیاں ہے۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے اور واپس
ہوئے تو آپ نے براق کا حلیہ یوں بیان فرمایا :- دُون البعل وفوق الحمار یعنی اس
کا قد خچر سے نیچے اور گدھے سے اوپر تھا۔ (بخاری ص ۵۴۸ و مسلم ص ۹۱)

اس حدیث میں دُون کا مقابل فوق سے کیا گیا ہے یعنی نیچے اوپر۔

(۶) ایک شاعر کہتا ہے :-

عَجِبْتُ لِمَسْرَاهَا وَاتِي تَخَلَّصْتُ

إِلَى وَبَابِ السَّجْنِ دُونِي مَعْلَقُ (حماسہ)

یعنی میں نے تعجب کیا کہ مجھ پر رات کو چل کر میرے پاس کس طرح پہنچی حالانکہ
میرے درے اور سامنے جیل خانے کا دروازہ بند تھا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے :-

(۷) مَلَكْتُ بِهَا كَفَى قَانِهَتْ قَفْقَهَا

يَلِي قَانَهُ مِنْ دُونِهَا وَارَاهَا (حماسہ)

یعنی میں نے نیزہ مضبوط طور پر ہاتھ میں پکڑ کر زخم خوب کشادہ کیا۔ اس زخم سے درے
کھڑے ہونے والے کو پار کی چیزیں نظر آ سکتی ہیں۔
ان دو شعروں میں دُون کا معنی درے اور سامنے کے ہے۔

(۸) اور صراح ص ۵۲ میں دُون کا معنی یہ لکھا ہے، فرد، جز و نقیض فوق الغرض دُون
کے اس معنی کو اور مشرکین کے ذات باری تعالیٰ کے خالق، مالک، مدبر اور ہر چیز کا اختیاء
رکھنے والا کے عقیدہ کو سامنے رکھ کر دُون اللہ کا یہی معنی ہو گا کہ وہ خدا تعالیٰ کو مانتے ہوئے
اس کے نیچے، اس کے سامنے اور اس کے درے دوسروں کو مافوق الاسباب طور پر
پکارا کرتے تھے اور ان کے ناموں کی نذر و منت دیا کرتے تھے تاکہ وہ راضی ہو کر خدا تعالیٰ
سے ان کے کام کرا دیں اور یہی ان کا شرک تھا۔ لیکن آج کلمہ پڑھنے والوں میں بھی اس کی
کوئی کمی نہیں ہے۔

حضرات! آپ دلائل بالاسے بخوبی سمجھ چکے ہوں گے کہ مشرکین عرب کا شرک کیا تھا؟
اگر آج بھی کوئی شخص غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر پکارتے دیکر وہ سامنے نہ ہو بلکہ قریب
کی دنیا ہی میں موجود نہ ہو تو ایسا کہنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو بچائے۔
امین یا رب العالمین۔ اور شرک کی اس واضح اور یقین شقی میں عوام کا لانعام تو مبتلا ہیں
ہی مگر ان کے خواص بھی ان کو یہ سبق پڑھاتے ہیں اور اسی باطل نظریہ کے تحت وہ غیر اللہ کو مدد
کے لیے پکارتے ہیں چنانچہ خالص صاحب بریلوی لکھتے ہیں :-

بیشک اٹھتے ہوئے واسطے۔ یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا (حداق بخشش حدیث دوم)

اس لیے ہر مہضف مزاج اور طالب آخرت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ شرک جیسی قبیح ترین بُرائی کے
مثبت اور منفی پہلو پر گہری نگاہ ڈالے اور صرف سطحی قسم کے ذہن سے ہرگز کام نہ لے اس لیے
کہ شرک جرائم کی مد میں وہ سنگین جرم ہے جس کے مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار ہزرت
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی اپنی قوم کی
طرف سے بے پناہ صعوبتیں اٹھائیں یہ بات اس لیے بھی قابل توجہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

ہم معاذ اللہ تعالیٰ دوسروں کو مشرک سمجھتے رہیں اور کلمہ بھی اسلام کا پڑھتے رہیں اور ساتھ ہی ساتھ مشرک کے دلدل میں بھی مبتلا رہیں جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے ۔
 نہیں ہے دھرتیت کیا بندہ حرص و ہوس ہونا قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دھرتی تو نے
 زبان سے مگر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل بنایا ہے بُت پندار کو اپنا خدا تو نے
 غرض کہ جتنی تردید قرآن کریم اور حدیث شریف میں مشرک کی ہوتی وہ اور کسی گناہ
 کی نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ نصوص قطعیہ سے مشرک کے لیے خلود فی النار کا اٹل حکم
 وارد ہوا ہے اور اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے جنت حرام ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو مشرک سے
 اور اس کی تمام اقسام سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین ۔

المی گنگا قارئین کرام نے بخوبی ملاحظہ کر لیا کہ توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں کیسی
 صاف واضح اور قطعی آیات موجود ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ فریق
 مخالف کی منطق ہی نرالی ہے بجائے اس کے کہ وہ ان صریح اور قطعی آیات کی مخالفت
 کی وجہ سے خود کو امت مسلمہ سے خارج تصور کرے اور اپنی نجات کی فکر کرے اٹل
 محض ایک فرعی مسئلہ کی وجہ سے وہابیہ کو امت سے خارج کرتا دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ
 اس فریق کے وکیل مولوی محمد عمر صاحب (المتوفی ۱۳۹۱ھ) غنیۃ الطالبین ص ۳۸ کے
 حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک مرفوع روایت نقل کرتے ہیں کہ جس شخص
 نے مونچھیں منڈوائیں ہم سے نہیں ہے الخ اس کو نقل کر کے جوش میں آکر لکھتے ہیں۔
 اب تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمام فرقہ وہابیہ عوامونچھیں منڈواتے ہیں کیا نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں داخل ہیں یا خارج؟ اھ (مقیاس الحنفیت طبع چہارم ۱۳۸۵ھ)
 الجواب سخت حیرت کی بات ہے کہ نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے
 ثابت شدہ عقائد کی خلاف ورزی تو ان کو امت سے خارج نہیں کرتی مگر فرعی مسئلہ فرقہ
 وہابیہ کو بقول ان کے امت سے خارج کر رہا ہے ۔

بریں عقل و دانش بیاد گر گیت

مگر جس روایت کی بنا پر انہوں نے مذکورہ بالا نتیجہ اخذ کیا ہے وہ ان کو سود مند نہیں ہے
 اولاً تو اس لیے کہ غنیۃ الطالبین میں جعلی حدیثوں اور کمزور مسائل کی بھرمار ہے ناقدین بحال
 علامہ ذہبیؒ نے اس کی تصریح کی ہے (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۱) اور اس حدیث کا کسی
 صحیح سند سے ثبوت نہیں تو ایسی بے ثبوت روایت کی وجہ سے وہابیہ کو امت سے لٹکانے کا کیا معنی؟ ثانیاً
 صحیح سند سے بغیر ہاکی صریح اور صحیح روایات میں اخبار الشارب و منچھوں کے بالکل صاف کھٹنے اور منڈوانے کی تصریح
 ہے وہابیہ انکو کہاں لے جائیں؟ ثالثاً وکیل اللغات ————— حضرت امام احمد بن محمد الطحاوی الحنفی (المتوفی ۳۲۱ھ)
 حضرت ابو سعید الخدریؓ حضرت ابواسیدہ حضرت رافع بن خدیج حضرت سل بن جعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ
 حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں لکھتے ہیں یحییٰ بن شواربہم (طحاوی
 ج ۲ ص ۲۶۵) کہ یہ سب حضرات منچھیں بالکل صاف کھٹتے اور منڈواتے تھے ان حضرات کے بارے میں کیا فیصلہ صادر
 ہوگا؟ کیا یہ ملت اور امت میں شامل ہیں یا خارج؟ معاذ اللہ تعالیٰ و رب العالمین طحاوی پانچ سندوں کے ساتھ
 حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ منچھوں کو بالکل صاف کیا کرتے تھے چنانچہ ایک روایت
 میں الفاظ یہ ہیں ابن عمرؓ یحییٰ شاربہ کاتہ ینتفخ کہ حضرت ابن عمرؓ منچھوں کو ایسا صاف کرتے تھے کہ گویا
 وہ انکو پھینک دیتے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے کان یحنیہ حتی ان المجد لیدری کہ وہ منچھوں کو ایسا صاف
 کرتے کہ چھڑا بالکل نظر آتا تھا (طحاوی ج ۲ ص ۲۶۵) اگر غنیۃ الطالبین میں ان سے نقل کردہ روایت صحیح
 ہوتی تو وہ ہرگز اس کی مخالفت نہ کرتے و خاتم مولوی محمد عمر صاحب حنفی ہونے کا بے جا دعوے
 کرتے ہیں اور اس نظریہ سے انہوں نے مقیاس الحنفیت لکھی ہے مگر ان پر جہالت کا اتنا
 غلبہ ہے کہ منچھوں کے بارے میں ان کو حضرت امام عظیم ابوحنیفہؒ کا مسک بھی معلوم نہیں علامہ
 بدر الدین العینی الحنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

و ذکر الطحاوی ان خلق الشارب السنۃ
 عند ابی حنیفۃ لقولہ علیہ السلام
 احقوا الشارب الخ
 (شرح العینی علی الكنز ص ۸۲)
 امام طحاویؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ
 کے نزدیک منچھوں کا منڈوانا ہی سنت ہے کیونکہ انحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ
 مونچھیں منڈواؤ۔

حضرت امام طحاویؒ اپنی بے نظیر کتاب شرح معانی الآثار میں اس عنوان سے باب قائم کرتے ہیں باب خلق الشارب یعنی وہ باب جس میں مونچھیں منڈوانے کا ذکر ہے پھر آگے اپنی عادت کے مطابق علمی بحث کرتے ہوئے نقل اور عقلی دلائل سے مونچھوں کے منڈوانے کو ترجیح دیتے ہوئے فیصلہ یہ دسج کرتے ہیں :-

حکمہ الشارب قصہ حسن واحفادہ
احسن وافضل وهذا مذهب ابی
حنيفة وابی یوسف ومحمد
احسن وافضل ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام
ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا یہی مذہب ہے۔
(طحاوی ج ۲ ص ۲۷۸)

اب مولوی محمد عمر صاحب ہی یہ بتائیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرات صاحبینؒ مونچھیں منڈوانے کا مسلک اختیار کر کے امت میں ہے یا معاذ اللہ تعالیٰ امت سے خارج ہو گئے ہیں؟ بات بالکل صاف صاف ہو لگی لپٹی نہ ہو اہل حق کو امت سے خارج کرنے والے کاش کہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر خود اپنا انجام بھی دیکھ لیں شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے :-

شیشے کے گھر میں رہ کر پتھر میں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھتے

خاتمہ

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم فریق مخالف کے دلائل پر بھی سرسری نگاہ ڈالیں کہ مصیبت کے وقت متصرف جان کر غیر اللہ کو پکارنا وہ کس طرح جائز اور صحیح سمجھتے ہیں اور ان کے دلائل کیا ہیں؟

جہاں تک راقم الحروف کو معلوم ہے فریق مخالف فریق مخالف اور قرآن کریم قرآن کریم کی ایک بھی صریح آیت اس پر پیش نہیں کر سکتا کہ سلسلہ اسباب و مسببات سے بالاتر ہو کر مافوق الاسباب طریق پر مصیبت کے وقت حاجت روا اور متصرف سمجھ کر خدا تعالیٰ کے پیغمبروں اور بزرگوں کو پکارنا جائز ہے اور اس پر فلاں آیت موجود ہے۔ یعنی یہ کہ بزرگ اور پیغمبر کو برسوں دور اپنی قبور میں آرام فرما رہے ہوں اور نظروں سے اوجھل ہوں اور ان کو پکارا جائے۔ اگرچہ ان کو مافوق الاسباب طور پر سفارشی ہی تسلیم کیا جائے اور صاف لفظ دعائے دعائے ہوں، ہیر پھیر نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ ماتحت الاسباب کی استعانت اور تعاون کی آیات پر پیش کی جائیں یا معجزات اور کرامات سے استدلال ہو کیونکہ یہ سب امور مفروضہ عنما ہیں ملاحظہ کیجئے راقم کی کتاب ”راہ ہدایت“ اگر ہے کسی میں مہمت تو بتلائے وَاٰتِیَ الْاَمْعُ النَّتَّادُشْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ۔

بخلاف اس کے ہم قرآن کریم ہی سے بہت سی آیات پیش کر چکے ہیں کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب پکارنے والا سب سے بڑا گمراہ ہوتا ہے اور اس کا یہ فعل شرک بھی ہے

اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت بھی۔ آپ دلائل کا مطالعہ فرمالیں، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اس مقام پر زیادہ تفصیل تو نہیں کی جائے گی کیونکہ اہل نظر

فریق مخالف اور احادیث اور "اذالۃ الاربیب" میں اس کی پوری تشریح کر دی گئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اثبات بھتیدہ کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے یعنی قرآن کریم اور احادیث متواترہ۔ لیکن آپ یقین جانئے کہ غیر اللہ کو طریق سابق سے پکارتے پر نہ تو کوئی قرآن کریم کی آیت موجود ہے اور نہ ہی خبر متواترہ۔ اور خبر واحد کا قرآن کریم کی سابقہ پیش کردہ آیات کے مقابلہ میں پیش کرنا، اصول موضوعہ کے خلاف ہی نہیں بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب قائد فریق مخالف کے نزدیک ہرزہ بانی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :-

"عموم آیات قطعہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بانی" (بے)۔ (الفیوض الملکیہ ص ۱۵۲ وانبار المصطفیٰ ص ۱۷۷ واللفظ لہ)

حضرات باخان صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ مصیبت میں غیر اللہ کو پکارنے پر نص قرآنی پیش کرتے، اور حدیث متواترہ کو اس پر دلیل لاتے۔ مگر افسوس کہ مخالف صاحب اس سے بالکل عاجز ہے اور جو حدیثیں انہوں نے نداء غیر اللہ پر پیش کی ہیں، وہ ضعیف اور موقوف ہیں اور ضعیف ہونے کے ساتھ ان کا مطلب بھی غلط ہے۔ کوچندال مفید نہیں، اور دوسرے لوگوں نے جو حدیثیں اس پر پیش کی ہیں وہ بھی ضعیف اور کمزور ہیں مثلاً بعض حدیثیں یہ ہیں :-

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں ایک دفعہ سو گیا۔ کسی نے کہا کہ :-

اذکر احب الناس الیک فقال
یا محمد (ابن سنی ص ۵۹) وارب الفرد
انہیں یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تو حضرت ابن عمرؓ نے کیا محمد۔

ص ۱۴۱، کتاب الذاکار ص ۱۳۵ و شرح شفاء لعل

و القادی ج ۲ ص ۴۱ و شرح شفاء للخصاف ج ۳ ص ۳۹۶

جواب اول :- یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں اور پھر یہ بھی ضعیف۔

اس کی کوئی سند بھی جرح سے خالی نہیں، چنانچہ اس کی ایک سند میں البشعہ نام راوی ہے۔

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں، متروک ہے۔ (میزان ۳ ص ۲۶ و لسان ۶ ص ۳۹۴)

دوسری سند میں محمد بن مصعب ہے۔ امام نسائیؒ کہتے تھے، ضعیف ہے۔ امام

ابو حاتمؒ کہتے تھے، اس کی حدیث ضعیف ہے۔ علامہ خطیبؒ کہتے ہیں، کثرت سے

غلطیاں کرتا تھا۔ عبد اللہ بن سیارؒ فرماتے ہیں، ضعیف تھا۔

ابو احمد الحاکمؒ فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ امام ابن حبانؒ فرماتے

ہیں، اس سے احتجاج صحیح نہیں۔ (تہذیب ۹ ص ۵۹ و میزان ۳ ص ۱۲)

تیسری سند میں زہیر بن معاویہؒ عن ابی اسحاقؒ الہی ہے۔ زہیر اگرچہ ثقہ تھے۔ لیکن

محدثین نے اس کی تصریح کی ہے کہ ان کی وہ حدیث جو ابوالاسحاقؒ کے طریق سے ہوگی وہ

ضعیف ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب ص ۱۳ میں اور علامہ ذہبیؒ نے

میزان ص ۲۵۵ میں اور امام ابو حاتمؒ نے (بجوالہ تہذیب ۳ ص ۲۵۲) اس کی تصریح کی ہے

اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی یہ خبر واحد ہے حالانکہ سند میں بعض راویوں کا حال بھی اپنے بھائی بہن یا عقیب میر

ان کی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے ؟

یہ مولوی محمد عمر صاحب ہی کا کمال ہے کہ گویں لکھتے ہیں :-

(۱) عبد اللہ بن عمرؓ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت مصیبت یا محمدؐ یعنی متصرف

فی الامور سمجھ کر غائبانہ اپنی حاجت میں پکارنا۔

(۲) یا حرف نداء سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا الخ (مقیاس ص ۴۸)

جواب دوم :- یہ حدیث موقوف اور ضعیف ہونے کے ساتھ فریق مخالف

کوچندال مفید بھی نہیں۔ کیونکہ اس میں اذکار کا لفظ ہے ادع کا نہیں، اور صرف نداء

قریب اور بعید دونوں کے لیے متصل ہے۔ (شرح مائتہ عامل ص ۳۷۲) وغیرہ۔

اور اشتیاقاً صرف یا سے کسی کا ذکر نہ کرنا جب کہ اس کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب اور متصرف فی الامور نہ سمجھے، صحیح ہے۔ اور اکثر حضرات صوفیاء کہ امام اور بزرگان دین سے اس معنی میں یا رسول اللہ مروی ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق اور مسلم عالم مولوی عبدالمصعب صاحب نے اس پر بادل لائل بحث کی ہے کہ سلف صالحین یا رسول اللہ وغیرہ کے الفاظ سے محض غلبہ اشتیاق مراد لیتے تھے نہ کہ حاضر و ناظر وغیرہ (ملاحظہ ہو انوار ساطعہ از ص ۲۲ تا ص ۲۲۹) یہ پورے مفصل حوالے پہلے بیان ہو چکے ہیں لیکن اگر کوئی شخص خان صاحب کی طرح یہ شق ہی متعین کرے کہ میں تو مدد کے لیے پکارتا ہوں تو البتہ ناجائز ہو گا۔

خان صاحب فرماتے ہیں:

بیٹھے، اٹھتے مدد کے واسطے یا رسول اللہ کہا، پھر تجھ کو کیا؟

(حدائق بخشش ۲ ص ۲)

اور اس کے ناجائز ہونے پر سابقہ آیات و دلائل ہی کافی ہیں۔

(۲) ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا پاؤں سو گیا اور انہوں نے یا محمد اہ کہا۔ (کتاب الاذکار وغیرہ)

جواب :- اس کی سند میں غیاث بن ابراہیم ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں، موقوف ہے۔ امام بیہقیؒ کہتے تھے، ثقہ نہ تھا۔ جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں، موقوف ہے۔ (میزان ۲ ص ۲۲۳)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک حدیث آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جنگل میں سفر کر رہا ہو اور تمہاری سواری کا جانور تھکے سے نکل جائے تو اس کو یہ کہنا چاہیے۔

یا عباد اللہ اعینونی (وفی روایت)

یا عباد اللہ احبسوا فان الله في الارض

حاضر (وفی روایت عباداً) لیتے پھرتے۔ کیونکہ وہاں کچھ ایسے لوگ حاضر ہوتے ہیں جو

(مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۲ و ابن سنی ص ۱۶۲ و حسن

حصین ص ۱۶۲ و کتاب الاذکار ص ۲۱)

جواب اول :- یہ روایت ایک سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی سند میں معروف بن حسان ہے۔ علامہ بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے (مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۲) امام ابن عدیؒ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے (میزان ۳ ص ۱۸۳) امام ابوجہمؒ کہتے تھے مجہول ہے۔ (لسان المیزان ۶ ص ۱)

دوسری سند حضرت عتبہ بن غزوہؓ تک پہنچتی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن اس سند میں حسب تصریح علامہ بیہقیؒ رجالہ وثقوا علی ضعف بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں اور دوسری خرابی یہ ہے کہ نذیر بن علی راوی کی حضرت عتبہؓ سے ملاقات ثابت نہیں۔ اور نہ اس نے ان کو دیکھا ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے۔ لہذا یہ روایت حضرات محدثین کی اصطلاح میں منقطع ہے جو ضعیف ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۲)

جواب دوم :- اگر ضعیف ہونے کے ساتھ اس حدیث کے الفاظ طائرانہ نگاہ بھی ڈالی جائے تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ وہاں کچھ خدا تعالیٰ کے بندے حاضر ہوتے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے جنگلات میں رہتے ہیں۔ جب تم میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو، تو یہ کہا کرو یا عینوا عباد اللہ۔ (مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۲، وقال رجالہ ثقات)

تو اس روایت سے مافوق الاسباب مدد طلب کرنا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ وہاں جو فرشتے موجود ہیں۔ ان سے مدد طلب کی گئی ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا کمال دیکھیے وہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے صاف

ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ کو متصرف فی الامور سمجھ کر حاجات کے لیے غائبانہ پکارنا جائز ہے۔ (مقیاس ص ۴۸) سبحان اللہ تعالیٰ

(۴) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر جنگل میں کسی درندہ یا شیر کا خوف ہو تو اعدو بذانیال علیہ السلام کہا کہ وہ میں حضرت دانیال علیہم السلام کی پناہ چاہتا ہوں۔ (حیاء الحیوان جلد اول ص ۱۰۱ و ابن سنی ص ۱۱۱)

جواب :- حدیث موقوف ہونے کے ساتھ ضعیف بھی ہے۔

کیونکہ اس میں متعدد راوی ضعیف اور کمزور ہیں جو ساقط الاعتبار ہیں

پہلا راوی عبد العزیز بن عمران ہے۔ امام بخاری، ابن معین، نسائی، ابن حبان، ابوصاتم، ابوزرعمہ، ترمذی، دارقطنی اور عمر بن شہرہ سب اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ (تہذیب ص ۲۵۱)

دوسرا راوی ابن ابی حبیبہ ہے جس کا نام ابراہیم بن اسمعیل ہے۔

امام بخاری اس کو صاحب مناکیر کہتے ہیں۔ امام نسائی، دارقطنی، ابن معین، ابوصاتم، ابوالحسن الحاکم، عقیلی، ترمذی، ابن حبان اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ (میزان ص ۱۱۱ و تہذیب ص ۱۱۱)

تیسرا راوی داؤد بن حصین ہے۔ امام ابن عیینہ، ابوزرعمہ، ابوصاتم، جوزقانی، سعد بن ابراہیم مطلقاً اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ اور امام ابن بدین، ابوداؤد اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی وہ حدیث جو عکرمہ سے ہو، وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (میزان ص ۳۱۱)

و تہذیب ص ۱۸۱ اور یہ روایت بھی عکرمہ سے ہے۔ لہذا یہ بالاتفاق ضعیف ٹھہری۔

(۵) ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت بلال بن الحارث المزنی نے قحطالی میں یا محمدؐ کہا تھا۔ (کامل ابن عدی)

جواب :- کامل ابن عدی چوتھے درجے کی کتابوں میں ہے اور اس طبقہ کے بارے میں حجازی محدثین کرامؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ "ابن احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در عقیدہ یا عقلی یا نہائت مکرمہ شود۔" (عجالتہ نافذ ص ۱) ہاں اگر اصول حدیث کے رُوسے اس طبقہ کی کوئی حدیث سنداً صحیح ثابت ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ الفاظ انہوں نے

آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر کہتے تھے (تسکین الصدور طبع دوم ملاحظہ فرمائیں) لہذا یہ غائبانہ پکار کی بدیہ نہیں ہے۔

(۶) ایک یہ بات بھی پیش کی جاتی ہے کہ عبد الرحمن مسعودی کی ٹوپی میں محمدؐ یا منصور لکھا ہوا تھا۔ (تہذیب ص ۱۱۱)

جواب :- حضرات محدثین کرامؒ تو ان کی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں، ان کا فعل کیلئے حجت ہو سکتا ہے؟ علامہ زبلی حنفی لکھتے ہیں۔ ضعیف (زبلی ص ۱۳۳) اور یہ اتنے مجرب اور بے خبر ہو گئے تھے کہ چوٹیاں ان کے کان میں داخل ہو جاتی تھیں۔ (میزان ص ۱۱۱) نیز یہ روایت مخالفین کو مضید بھی نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۷) ایک حدیث یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر اللہ تعالیٰ سے بار بار اپیل کرنے سے پچاس نمازوں کی بجائے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والوں کے کام آسکے ہیں اور ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ لہذا اگر مصیبت کے وقت ان کو پکارا جائے تو کیا عرج ہے؟ (ملاحظہ ہو جہا الحق ص ۱۹ وغیرہ)۔

جواب :- سند کے لحاظ سے اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس سے غائبانہ امداد طلب کرنے کا جواز ثابت کرنا بالکل باطل اور حدیث کی تحریف ہے۔ کیونکہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غائبانہ پکارا اور نہ ہی ان سے مدد طلب کی بلکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی، آپ اپنے رب کے ہاں تخفیف کا مطالبہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر عمل کیا اور خود جناب باری سے تخفیف کا مطالبہ کیا۔ نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھتا تھا کہ پکارا اور نہ ان کو بطور سفارش پیش کیا گیا۔ بلکہ جب ان سے ملاقات ہوتی تو ان سے سابقہ تجربہ کی بنا پر ان کے بتلائے ہوئے مشورہ پر عمل کیا۔ آج بھی اگر کسی شخص کی

خواب یا بیداری میں کسی مردہ سے ملاقات ہو جائے اور وہ کسی دینی یا دنیوی امر میں مشورے تو وہ قبول کیا جاسکتا ہے اور ہم اس کو شرک نہیں کہتے۔ الغرض اس حدیث سے جو چیز ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی مردہ سے بیداری یا خواب میں ملاقات ہو جائے اور بالمشافہ آپس میں گفتگو ہو تو مردہ جو مشورے دے اس پر عمل کرنا شرک نہیں۔ اور جو چیز اس حدیث سے فریق مخالف ثابت کرتا ہے کہ مردہ کو غائبانہ (یا اس کو حاضر ناظر جان کر) مصیبت کے وقت پکارا جاسکتا ہے یا غائبانہ اس کو بطور سفارش پیش کیا جاسکتا ہے تو اس چیز کا ثبوت اس حدیث سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر واقعی اس حدیث سے ایسا ثبوت ہوتا، تو حضرات صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؓ ضرور مصیبت کے وقت غائبانہ امداد طلب کرنے پر اس حدیث کو دلیل پیش کرتے اور قرآن کریم میں مافوق السبب طریق پر پکارنا ناجائز نہ ہوتا کیونکہ محال ہے کہ دو متضاد حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے پیش کیے جائیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مصیبت کے وقت غائب کو پکارنے کا ثبوت اس حدیث سے قطعاً نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا معنی مراد لینا اس حدیث کی صریح تحریف ہے۔

(۸) ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ساریہؓ بمعہ فوج کے منادند کے مقام پر دشمنوں کے ساتھ برسر پیکار تھے کہ دشمن نے عجب سے حملہ کرنے کی کوشش کی حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ کے منبر پر یہ ارشاد فرمایا: یا ساریہؓ الجلیل الجلیل! یعنی اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف دیکھو اور دشمن سے بچو۔ چنانچہ انہوں نے آواز سن لی اور جان بچالی۔ معلوم ہوا کہ غائب بھی مدد کر سکتا ہے۔

جواب اول۔ یہ روایت بیہقیؒ، البیہقیؒ اور خطیبؒ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے (السیدۃ المحمدیہ ص ۴۴) البیہقیؒ اور خطیبؒ کی کتابیں طبقہ رابعہ سے ہیں (عجالتاً) اور ہم طبقہ رابعہ کے بارے میں حضرات محدثین کرامؒ کا نظریہ پہلے بیان کر چکے ہیں اور امام بیہقیؒ کی کتابیں طبقہ ثالثہ میں ہیں (عجالتاً ص ۴) اور اس طبقہ کا حکم یہ ہے: "اکثر اهل احادیث معمول بہ نزد فقہاء نہ شدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف انہما منعقد گشتہ"

(عجالتاً ص ۴) لہذا قرآن کریم کی سابقہ آیات گستاخ اور عقیدہ میں اس کو پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ یہ حدیث صحیح بھی ہو اور ظن غالب بھی یہی ہے کہ یہ سنا صحیح ہے مگر بحث باب عقائد کی ہے۔

جواب دوم۔ اس سے فریق مخالف کا استدلال صحیح نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت حضرت عمرؓ کے سامنے منادند کا معرکہ پیش کر دیا تھا اور انہوں نے آواز دی تو اللہ تعالیٰ نے وہ آواز وہاں پہنچا دی۔ آج بھی اگر کسی غائب کو کسی کی حالت ناگفتہ بہ کا کشف وغیرہ سے علم ہو جائے اور وہ آواز کرے اور اس کی آواز کو سن کر اگر کوئی اپنے بچاؤ کا از خود انتظام کرے تو صحیح ہے۔ لیکن جو لوگ بزرگوں کو پکارتے ہیں ان کو کسی غائب کی طرف سے کبھی آواز نہیں سنائی دی گئی اور نہ ہی خطرے کا الارم ہوا ہے تو اس کرامت پر دیگر واقعات کو قیاس کرنا باطل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ بھی زندہ تھے اور حضرت ساریہؓ بھی۔ اس لیے اس سے زندہ کا غائب مردہ سے استعانت کرنا قیاس مع الفارق ہے پھر حضرت ساریہؓ کو آواز سننے سے قبل یہ وہم بھی نہ ہوا ہو گا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے استعانت کرنی ہے اور یہ بھی نہ مجھو لیے کہ اگر حضرت عمرؓ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیارات دیے گئے ہوتے تو بالورود مجوسی سے اپنی اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ (جو تقریباً ایک درجن تھے) کی جان بھی کیوں نہ بچا لیتے؟ جو اس واقعہ کے بعد کا اور شہادت پہلے کا حادثہ ہے۔

جواب سوم۔ اس روایت سے مددینے والے کا غائبانہ پکارنا ثابت ہو گا نہ کہ مدد طلب کرنے والے کا پکارنا۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ علاوہ بریں کیا بعید ہے کہ جلیلہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس اور نجاشی کا جنازہ سامنے پیش کر کے حاضر کر دیا تھا، اسی طرح حضرت عمرؓ کے لیے بھی منادند کا واقعہ پیش کر دیا ہو۔

بلکہ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا علم حضرت عمرؓ کو خواب کے ذریعے ہوا تھا اور انہوں نے یہ الفاظ کہتے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر موجود رہتا ہے شاید وہ شکر بھی یہی بات ساریہؓ تک پہنچا دے چنانچہ اس شکر نے یہ کلمات ان کو پہنچا دیے۔ (البدایہ والنہایہ، ص ۱۳)

اس صورت میں غائب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

رباكت سمعہ الذی یسمع بی وغیرہ احادیث سے خدا تعالیٰ اور بندوں کے فعل کا اتحاد ثابت کرنا تو راقم نے اپنے رسالہ "دل کا سرور" میں نہایت شرح اور ببط سے اس پر کلام کیا ہے۔ وہاں ہی دیکھ لیا جائے۔

الحاصل مافوق الاسباب طریق پر مصیبت کے وقت پکارنے پر کوئی نص قطعی اور حدیث صحیح اور صریح موجود نہیں ہے بخلاف اس کے ممانعت پر دلائل اور پہلوئیں کا انبار موجود ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بیشتر سلسلۃ الضعف سے استعانت، اور استغاذہ از غیر اللہ ثابت ہو رہا ہے اور وہ بھی قرآن کریم کے مقابلہ میں۔ فوا اسفا! حضرات! اسی قسم کی روایات اور بھی غائبین سے استعانت اور استمداد کی پیشکش کی جاتی ہیں۔ مگر ان کی طرف چنداں توجہ کی ضرورت نہیں۔

بعض حضرات صوفیائے کرام سے اور بزرگوں سے **فریق مخالف اور بزرگان دین** اس قسم کی گول مول عبارتیں نقل و نقل ہوتی آ رہی ہیں کہ غیر اللہ سے اور خصوصاً بزرگان دین سے مدد طلب کی جاسکتی ہے اور مصائب کے وقت ان کو پکارا جاسکتا ہے۔

لیکن افسوس! کہ فریق مخالف نے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، اور نہ ہی عوام الناس کو سمجھنے دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کسی مسئلہ پر قرآن اور حدیث سے روشنی نہ پڑتی ہو۔ تو ایسے مسائل میں کہہ سکتے ہیں کہ حق ظنی کرتے ہوئے بزرگوں کی بات مان لو۔ لیکن جس مسئلہ پر قرآن کریم نے دلائل کا انبار لگا دیا ہو اور احادیث نبوی علی صلابا الف الف سلام نے براہین کے دریا بہا دیے ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے مغلوب الحال صوفیوں اور مولویوں کی باتیں کیسے مانی جاسکتی ہیں؟

یہی کیا جائے گا کہ اگر ان میں مناسب تاویل ہو سکے تو تاویل کر دی جائیگی ورنہ

ان کی بات مردود ٹھہرائی جائے گی اور ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ ایسی عبارات اور اقوال کے سلسلہ میں خود خان صاحب بریلوی کا ارشاد کافی ہے۔ وہ عرسوں میں قوالوں کے ڈھول ساز بھی۔ بابے اور بانسری وغیرہ کے شرعاً ممنوع ہونے پر بحث کرتے ہوئے بخاری شریف ص ۴۳ کی ایک حدیث شریف نقل کر کے اس کا ترجمہ لیں کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ضرور میری اُمت میں وہ لوگ آنے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو حدیث صحیح جلیل متصل الہ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بعض جہاں بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا متحمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصد ابے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے متحمل محکم کے حضور متشابہ واجب ترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مباح ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے؟ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں (احکام شریعت حصہ اول ص ۲۷ طبع برقی پریس مراد آباد) ہماری طرف سے خود جناب خان صاحب اور ان کی ذریت کو ہر ایسے مقام پر یہی جواب کافی ہے جہاں وہ نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ و صریحہ اور حکامات کے مقابلہ میں قصے اور کہانیاں اور ضعیف حدیثیں اور بعض بزرگوں کی محتمل اور مجمل عبارات اور غیر مستند اور بے سرو پا حوالے پیش کیا کرتے ہیں اور دلیل محکم کو چھوڑ کر مباح کے چور دروازہ سے دین کی محفوظ عمارت میں داخل ہو کر اپنے باطل عقائد اور بدعات کے جواز اور حق ہونے اور اہل حق کے الزام ٹلنے کے لیے بے جا کوشش کیا کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ عبارت ان کی ناکہ بندی کے لیے کافی ہے۔ گفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِبٰا۔

جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے

مولوی محمد بشیر صاحب اور ان کے چچا مولوی امام الدین صاحب وغیرہ کو
نداء غیر اللہ اور استعانت از غیر اللہ پر بڑا اصرار ہے لیکن اس پر اللہ تعالیٰ
کے کلام اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے وہ کوئی
صحیح حدیث اور صریح دلیل پیش نہیں کر سکتے اور مولوی محمد بشیر صاحب کے والد ماجد
مولوی محمد شریف صاحب نے صاف طور پر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ حالانکہ بحرحر خدا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے کسی دوسرے کا قول ہم پر واجب نہیں۔ (انتہی العین ج ۲ ص ۲۸)
لہذا جو شخص اس مسئلہ پر قلم اٹھائے وہ استدلال صرف قرآن کریم اور صحیح حدیث پر بند
رکھے اس کے علاوہ دوسروں کے اقوال اور عبارات سے استدلال نقل کرنے میں اپنا
قیمتی وقت صرف نہ کرے۔

اس سے قبل کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ
صاحب پانی پتی کی بعض عبارات پر اس مضمون کو ختم کر دیا جائے، عوام الناس کی تفریح
کے لیے تین چیزیں پیش کی جاتی ہیں :-
(۱) عوام ایک حدیث بیان کیا کرتے ہیں :-

اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ
جب تم کو کاموں میں پریشانی لاحق ہو تو
صاحب قبور سے استعانت کرو۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا بِأَصْحَابِ
اَلْقُبُورِ (کہ جب تم معاملات میں حیران ہو جاؤ
تو اصحاب قبور سے مدد حاصل کرو) یہ حدیث
نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے اور اس
کے مختلف معانی ہیں ایک یہ کہ جب تم بعض
فی حل بعض الأشياء وحرمتها

فاشركوا اجتهدكم وتلقوا بموت
قدمات وهذا القول شبه منقول
عن عبد الله بن مسعود وسفيان الثوري
ومنها انكم اذا تحيرون في الامور
الدينية وضاق بسبب ذلك
قلوبكم فانظروا الى اصحاب القبور
كيف تركوا الدنيا واستقبلوا
الآخرة واعلموا انكم ايضا
صائدون الى ماصدا وهذا العلو
يسهل عليكم صغائب الدنيا
وشدائد ما وبالجملة نص در
معنى استمداد ليست انتهی۔

رقاوی عزیزی جلد اول ص ۱۳۱

طبع مجتہبی دہلی

اشیاء کی حقیقت اور حرمت کے سلسلہ میں متعارض
دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے پریشان ہو جاؤ
تو اپنا اجتہاد ترک کر دو اور ان حضرات کی تقلید کرو
جو وفات پا گئے ہیں (اور قبور میں جا پہنچے
ہیں) اور یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود اور
حضرت سفیان ثوری کے منقول قول کے زیادہ
مشابہ ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ جب تم دنیوی
امور میں پریشان ہو جاؤ اور اسکی وجہ سے تمارا دل تنگ
ہو جائے تو تم اصحاب قبور کو دیکھو کہ انہوں نے کس طرح دنیا
ترک کر دی اور آخرت کی طرف متوجہ ہو گئے اور تم بھی جان
لو کہ تمہارا بھی وہی (قبور) ٹھکانہ ہے جہاں وہ پہنچ چکے
ہیں اور اسکا علم تمہارے اوپر دنیا کی صورتوں اور شدائد کو

آسان کر دینا خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ قول استمداد (از اہل قبور)

میں نص نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نہ تو یہ حدیث ہے اور نہ
اس کا وہ معنی ہے جس کو قبر پرست مراد لیتے ہیں حضرت شاہ صاحب نے حضرت ابن حزم
کے جس قول کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۲ میں من كان مستنفا فليستن
بمن قدمات الخ کے الفاظ سے بحوالہ زرین منقول ہے۔

(۲) بہار شریعت ج ۱۰ ص ۱۰۱ اور ج ۱۹ ص ۱۹ میں در مختار (یہ عبارت در مختار علی
ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۳۴ میں ہے) کی ایک عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ مفتی احمد یار
صاحب یوں کرتے ہیں جس کسی کی کوئی چیز گم جاوے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز واپس
کرے کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا ہو اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر اُس کا ثواب نبی علیہ السلام

کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد بن علوان کو۔ پھر یہ دعا پڑھے اے میرے آقا اے احمد اے ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال لوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گنجی ہوئی چیز ان کی برکت سے ملائے گا۔ اس دعا میں سید احمد علوان کو پکارا بھی ان سے گنجی ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا کس نے بتائی خفیوں کے فقیہ عظیم صاحب درمختار نے۔

الجواب :- اس عبارت سے سید احمد بن علوان سے استعانت پر استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس عبارت کے اول میں قَدْ ارَادَ أَنْ يَشْرُقَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَخْرَجَ فَإِنَّ اللَّهَ يَرُدُّ مَنَالَتَهُ مَبْنُوتًا کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں یعنی جب کوئی شخص گمشدہ چیز کو طلب کرنے کا یہ ارادہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ وہ چیز اس کو واپس کرے تو وہ یہ دعا پڑھے جب پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ سید احمد بن علوان کی برکت سے وہ چیز اس کو لوٹائے گا اور اس عبارت میں اس کی بھی تصریح ہے کہ لوٹائے گا تو اللہ تعالیٰ ہاں اس میں سید احمد کی برکت اور طفیل و وسیلہ شامل ہے اور توسل کا مسئلہ ہی الگ ہے مفتی احمد یار خاں صاحب نے عربی کی عبارت میں اِنْ تَوَشَّرْتَ عَلَى حُدُودِي فِي جِهَالَتٍ يَخِيَانَتِ كِي حَبْسِ مجہول کا صیغہ معروف کا بنا کر اپنا اَلْوَسِيْدَ حَاكِرْنِي کی ناکام سعی کی ہے کیونکہ جب عبارت کے اول اور آخر میں حقیقتہً رو کرنے کا فاعل اللہ تعالیٰ موجود ہے تو پھر لوٹانے کی حقیقتہً نسبت سید احمد بن علوان کی طرف کیسی؟ معنی تو یہ ہے کہ اگر میری گمشدہ چیز مجھے واپس نہ لوٹائی گئی اَلْوَسِيْدَ بَايَا کون وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ نے ہی نہیں اور پھر آپ کا توسل اور برکت کس کام کی؟

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ

”وہابی کیا شیطان بھی غائبانہ امداد کر سکتا ہے؟ محمد عمر ضرور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ (مقیاس ص ۴۸۲)

الجواب :- مولوی صاحب کے نزدیک جب شیطان سے بھی غائبانہ امداد کی جا سکتی ہے تو پھر حضرات اولیاء کرام کی کیا خصوصیت ہے؟ اور اس آیت میں غائبانہ امداد

کا ثبوت کہاں ہے؟ اور شیاطین سے ایک شیطان سمجھ لینا کہاں کا انصاف ہے؟ (۳) رافضیوں نے ایک شعر بنایا تھا اور اس کو بعض سنی حضرات بھی بڑے جذبہ اور شوق سے پڑھا کرتے ہیں بلکہ بعض مسجدوں اور گھروں کے دروازوں پر بھی لکھا ہوا ہوتا ہے۔

لِي خَمْسَةَ أَطْفَى بِهَلَاكَةِ الْوَبَاءِ الْخَاطِمَةِ

المصطفیٰ والمرتعى وابنتاهما وَالْفَاطِمَةُ

(میرے لیے پانچ ہیں، میں ان کی مدد سے توڑ دینے والی وبا کی گہمی بھجاتا ہوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ، ان کے دو بیٹے حضرت حسن اور حسین اور حضرت فاطمہ (یعنی بقول شیخ جنتی پاک)

اگر اس شعر میں کہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو ہم اس کی تائید کر سیتے کہ ان پانچ حضرات کو بطور توسل پیش کیا گیا ہے لیکن اس کا ذکر نہیں اور ظاہری الفاظ آپ سمجھتے ہی ہیں کہ کیسے ہیں؟

موتہ کو بھی حق حاصل ہے کہ کہے :-

لِي وَاحِدٌ أَطْفَى بِهَلَاكَةِ الْوَبَاءِ الْخَاطِمَةِ

اللَّهُ ذُبَّ الْمَصْطَفَى وَأَصْحَابِهِ وَالْفَاطِمَةَ

(میرے لیے صرف ایک ہی ذات ہے جس کی مدد سے میں سخت وبا کی گہمی بھجاتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرام اور حضرت فاطمہ کا رب ہے۔)

☆ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں: چنانچہ بعضے وظیفہ یا بہاء الدین مشکل کشا در نشست و برخاست اشتغال داشتہ خود را از محبان حضرت تہمنا الدین علیہ الرحمۃ شمرده اند و بعضے برائے کثرت رزق ”یا نظام الدین اولیاء رزق بخش“ و بعضے کو اند و اگر سے اختراع کرده اند کہ انہ برائے ہر مہم و رویا شیخ عبد القادر جیلانی شیعہ اللہ کفایت می کند۔ خبر وار باید شد کہ اہل ہمدان و بہتان است مثل این معنی اصل ان

اہل طریقت مستقیمہ روایات نمی کنند و از مردم ثقہ مردی نشدہ است
(البلاغ المبین ص ۹۳)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

"دریں کلام خدا تعالیٰ را شیخ گروانیدہ اند و حضرت شیخ را دہندہ و حقیقت بالعکس می

نماید (البلاغ المبین ص ۱۲۸)

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:-

واعلم ان طلب الحوائج من الموتی جائنا چاہیئے کہ مردوں سے یہ جانتے ہوئے حاجتیں
عالمات بانہ سبب لا تجاحها کفر طلب کرنا کہ وہ حاجات پورا ہونے کا غرض سبب
يجب الاحتراز عنه تحرمه هذه ہیں مخلص کفر ہے اس سے احتراز کرنا واجب ہے
الکلمۃ والتاس الیوم فیہا منہم کون اور اس کو یہ کلمہ (شہادت) حرام قرار دیتے مگر لوگ

اس میں (بجرت) اس زمانہ میں مبتلا ہیں۔

بلفظہ (الخییر الکثیر ص ۱۵)

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب مردوں سے حاجات طلب کرنے کو (اگر وہ بھی

محض ان کو سبب سمجھ کر) کفر قرار دیتے ہیں ظاہر بات ہے کہ اگر کوئی غائبانہ مردوں سے حاجت طلب کرے گا تو وہ ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب مانے گا اور پہلے باحوالہ گذر چکا ہے کہ من قال ارواح المشائخ حاضرة فلعنہ دیکھ لہذا اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ بزرگوں کی حاضری ان کی حاجات کے پورا ہونے کا سبب ہے، تو اس میں وہی حاضر و ناظر وغیرہ کا مسئلہ شامل ہو جاتا ہے۔

۱۔ بعض حضرات نے جن میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی بھی شامل ہیں (البلاغ المبین) کو حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف تسلیم نہیں کیا ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف نہیں ہے ان کی حجۃ اللہ البالغۃ اور بدردہ باز وغیرہ کی عبارتیں اس سے بھی زیادہ واضح ہیں جو پہلے گذر چکی ہیں لیکن مولوی محمد عمر صاحب (البلاغ المبین) کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف قرار دیتے ہیں (مقیاس الحنفیت ص ۵۶ طبع چہارم)

اور بیعتی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:-
طلب مراد من غیر اللہ مسئلہ، اگر کوئی کہے کہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر گواہ ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اولیاء معدوم کو پیدا کرنے یا موجود کو نابود کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ (یہ الگ بات ہے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب کے شیخ صلاح الدین آسمان کو زمین پر گرانا اور تمام دنیا والوں کو ہلاک کر سکتے ہیں، دیکھیے جہاد الحق ص ۱۸) پس پیدا کرنے، نابود کرنے، ارزق پہنچانے، اولاد دینے، بلا دور کرنے، مرض سے شفا بخشنے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے (ارشاد الطالبین ص ۲)

نیز وہ لکھتے ہیں کہ "مسئلہ:- وہ جو بعض جاہل لوگ کہتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ اللہ یالیوں کہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیخ اللہ، یہ جائز نہیں بلکہ شرک اور کفر ہے" (ارشاد الطالبین ص ۱)

اب مفتی احمد یار خاں صاحب خود ہی اپنے اس قول کا کہ "اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے" (جہاد الحق ص ۱۸۳) ان عبارات سے موازنہ کر لیں۔
اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ "انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استعانت و ہابیہ کے نزدیک شرک ہے اور عقیدۂ دیوبندیہ بھی یہی ہے اور احناف کے نزدیک از روئے (تحریف) قرآن و حدیث استعانت جائز ہے، اب تم سوچو کہ کون ہو؟" (بلفظہ مقیاس ص ۴۷)

مولوی محمد عمر صاحب ہی کو خوف خدا اور انصاف کو پیش نظر رکھ کر قرآن کریم صحیح احادیث اور عبارت بالاکی روشنی میں سوچنا چاہیئے کہ وہ خود کون ہیں؟ کمیں ایسا نہ ہو کہ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

قارئین کرام:- اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر پکارنا شرک ہے۔ مافوق الاسباب کی اور مسئلہ توحید

کے بعض پہلوؤں کی مزید تشریح کے لیے ”راہ ہدایت“ اور ”دل کا سرور“ ملاحظہ کریں۔
انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی شکر و بدعت
سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

یاد رہے کہ اس کتاب میں ہر استدلال صرف نص قرآنی ہی سے کیا گیا ہے۔
البتہ اس کی تائید میں احادیث صحیحہ اور عبارات حضرات فہمائے کرام و غیر ہا پیش
کی گئی ہیں۔ اس لیے گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کرنے والے حضرات اس
کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ وصّٰلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محتاجات الانبیاء
وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہم وجميع ائمتہم الی یوم الدین۔ آمین ثم آمین

ابوالزہاد محمد سرفراز

خطیب جامع مسجد گھڑوہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

صرف ایک اسلام

برادران اسلام سے مخفی نہیں ہے کہ اس پرفتن دور میں جو مذاہب دین سے اڑایا جاتا ہے شاید ہی کسی اور
چیز سے اڑایا جاتا ہوگا۔ کہیں معجزہ اور کرامت کے استہلال ہے تو کہیں نماز روزہ سے کہیں دھرم کا نسخہ اڑایا جاتا
ہے تو کہیں دستار و رسوا کے لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کرنے والے حضرات میں جو بزم خلیفہ مسلمان اور
اسلام کے بڑے ہمدرد ہیں اور جناب امام الانبیاء علیہ السلام کے محض اصحاب و پیروں کے لیے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث سے
وہ مذاق اڑایا جا رہا ہے کہ لامان احمق۔ حدیث شریف پر اس بیباکی اور کھلی جسارت کے اپنے نفسِ مادی کی پیروی میں کلام
کرنے والوں کے اختراعات کو سننے سے قبل حیا سے کہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے غیر سے کہے کہ وہ نگاہوں کو جمل ہو جائے
شرم سے کہے کہ وہ منہ چھپا لے کہ اب اگر آ رہے ان لوگوں کا جو حدیث رسول کو تسلیم کرنا گناہ عظیم سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کی
عالمگیرت اور رسوائی کا اسے ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا واحد سبب محمد رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرنا ہے۔ اور قرآن کریم کے بعد حدیث شریف کو پس پشت ڈالنا ہے۔ سلم جبریل علیہ السلام
غلام احمد پر بیرون جناب تمنا صاحب اور غلام جیلانی صاحب برقی اس کفر اور الحاد و زندہ کو پھیلانے میں پیش پیش
ہیں چنانچہ غلام جیلانی صاحب برقی کی کتاب ”اسلام کا بہترین اور مدلل جواب بصورت کتاب صرف
ایک اسلام“ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس میں ایسے مسکت اور دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں کہ منکرین
حدیث کی تمام فریب کاریاں اور نکاریاں یوں زمین ہو جاتی ہیں۔ اور ہر طبقہ کے مسلمان اس سے بخوبی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
یہ کتاب اردو زبان میں ہے اور نہایت سہل اور پلوس اور صد آیات اور روایات اور تاریخی واقعات سے لبریز ہے۔
نوٹ: منکرین حدیث کی کتاب ”مقام حدیث“ اور طلوع اسلام وغیرہ کی تردید میں قابل قدر کتاب ”شعوب
حدیث“ زیر ترتیب ہے جس کے قریب انشاء اللہ تعالیٰ ان کے تمام عقلی و نقلی اعتراضات کا فوراً جواب دیا جائے گا۔

تین طلا قوں کے مسئلہ پر غیر مقلد عالم جناب مولوی
محمد امین محمدی صاحب کے مقالہ کا مدلل جواب

جواب مقالہ

اس کتاب میں جناب محمدی صاحب کے مقالہ کے جواب
کے ساتھ تین طلا قوں کے مسئلہ پر غیر مقلدین حضرات
کی طرف سے عام طور پر کئے جانے والے اعتراضات و
مغالطات کا مدلل جواب۔ اور عمدۃ الاثبات پر کئے گئے بے جا
اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور تین طلا قوں
کے مسئلہ کی آسان عام فہم انداز میں وضاحت کی گئی ہے۔

حافظ عبدالقدوس خان قارن

خزائن السنن جلد اول از کتاب الطہارۃ تا کتاب البیوع / جلد دوم۔ کتاب البیوع
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر دام مجد ہم جو ترمذی شریف پڑھاتے رہے۔ ان
نقاریر کا مجموعہ کتاب البیوع تک خزائن السنن جلد اول کافی عرصہ پہلے شائع ہو چکا ہے کتاب البیوع پر
مشمول احاث جو مولانا صفدر صاحب کے بیٹے حافظ عبدالقدوس قارن نے طلبہ کو پڑھانے کے دوران
جمع کیں ان کو خزائن السنن جلد دوم کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

قیمت جلد اول ۵۷، جلد دوم۔ ۹۰ روپے

بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں

ہر جگہ غیر مقلدین عوام الناس کو یہی باور کراتے ہیں کہ ہم بخاری شریف ہی کو اپنی دلیل بناتے
ہیں۔ اس رسالہ میں تقریباً چار درجن مسائل کی نشاندہی باحوالہ کی گئی ہے جن مسائل میں غیر
مقلدین حضرات بخاری شریف کو نہیں مانتے۔

قیمت ۸ روپے

مروجہ قضاء عمری بدعت ہے

علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں
بتایا گیا ہے کہ رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں جو قضاء عمری کے نام سے لوگ نوافل پڑھتے ہیں
ان کا کوئی ثبوت شریعت میں نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے۔ اور اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ فقہ کی
کس قسم کی کتابوں سے فتویٰ دیا جاسکتا ہے اور کس قسم کی کتابوں سے نہیں۔

قیمت ۲۰ روپے

جنت کے نظارے

یہ کتاب علامہ ابن القیمؒ کی کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں جنت اور اسکی نعمتوں کا ذکر صحیح احادیث کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اور جنت سے متعلق اس قدر معلومات دی گئی ہیں جو شاید ہی کسی اور کتاب میں مل سکیں۔ قیمت ۸۰ روپے

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا عادلانہ دفاع

یہ کتاب علامہ کوثری مصریؒ کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ ہے جس میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہؒ پر نقل کئے ہیں۔ قیمت ۴۰ روپے

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا مجذوبانہ واویلا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب دام مجد ہم کی کتابوں پر تنقیدی انداز میں ایک کتاب جناب اثری صاحب نے لکھی جس کا نام انھوں نے مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں رکھا۔ اس کتاب میں اثری صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۶۰ روپے

تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے جواب آئینہ ان کو دکھایا تو برامان گئے۔

جناب اثری صاحب نے ہماری کتاب مجذوبانہ واویلا کا جواب لکھا۔ یہ کتاب ان کے جواب کا جواب ہے۔ انشا اللہ العزیز عنقریب منظر عام پر آرہی ہے

حمیدیہ ترجمہ و شرح اردو رشیدیہ

درس نظامی میں شامل فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ و آسان مختصر تشریح ہے۔

قیمت ۵۵ روپے

مکتبہ صفدریہ نود گھنٹہ گھر گجراتوالہ کی مطبوعات

خزائن السنن تقریر ترمذی طبع سوم	احسن الکلام مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث طبع عشر	تسکین الصدور مسئلہ حیات النبی پر مدلل بحث طبع ہفتم	الکلام المفید مسئلہ تقلید پر مدلل بحث	ازالۃ الريب مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث طبع ششم
راہ سنت رد بدعات پر لا جواب کتاب	آنکھوں کی ٹھنڈک مسئلہ حاضر و ناظر پر مدلل بحث	احسان الباری بخاری شریف کی ابتدائی اسماحت	طائفہ منصورہ نجات پانچواں گروہ کی علامت	ارشاد الشیعہ شیعہ نظریات کا مدلل جواب
درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ	عبادات اکابر اکابر علماء دیوبند کی عبارات پر اعتراضات کے جوابات	تبلیغ اسلام ضروریات دین پر مختصر بحث	گلدستہ توحید مسئلہ توحید کی وضاحت	دل کا سرور مسئلہ عقائد کی مدلل بحث
راہ ہدایت کرامات و معجزات کے بارے میں صحیح عقیدہ کی وضاحت	بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم دیوبندی کے حالات زندگی اور ان پر اعتراضات کے جوابات	ینابیع غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول کے رسائل تراویح کا اردو ترجمہ	چراغ کی روشنی معراج النبی کے بارے میں قادیانی وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات	مسئلہ قربانی قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث
عیسائیت کا پس منظر عیسائیوں کے عقائد کا رد	مقالہ ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں	المسلک المنصور	اتمام البرہان رد توحیح البیان	حلیۃ المسلمین داڑھی کا مسئلہ
آئینہ محمدی سیرت پر مختصر رسالہ	شوق حدیث حجیت حدیث پر مدلل بحث	ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر	تنقید متین بر تفسیر قیم الدین	باب جنت بجواب راہ جنت
مودودی صاحب کا غلط فتویٰ	تفریح الخواطر بجواب تنویر الخواطر	چہل مسئلہ حضرات بریلویہ	عمدۃ الاثبات تین طلاؤں کا مسئلہ	الشہاب المبین بجواب الشہاب الثاقب
سماع موتی چالیس دعائیں	مقام ابی حنیفہ	صرف ایک سلام	حکم الذکر بالجہر	شوق جہاد
اطیب الکلام مخلص احسن الکلام	انکار حدیث کے نتائج منکرین حدیث کا رد	مرزائی کا جنازہ اور مسلمان	مولانا ارشاد الحق اثری کا مجذب و بانہ واویلا	اخفاء الذکر ذکر آہستہ کرنا چاہیئے

مطبوعات عمر اکادمی	خزائن السنن جلد دوم کتاب البیور	جنت کے نفاذ علامہ ابن القیم کی کتاب مادی الارواح کا اردو ترجمہ	حمیدیہ فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ	امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع
ایضاح سنت مصلح سنت	بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں	شیعہ کی جانب سے اہل سنت کے دینی اعتراضات کے جوابات وضو کا مسئلہ مسنون طریقہ	تین طلاؤں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ	الدروس الواضحة فی شرح الکافیہ
مردہ قضائے عمری بدعت ہے				